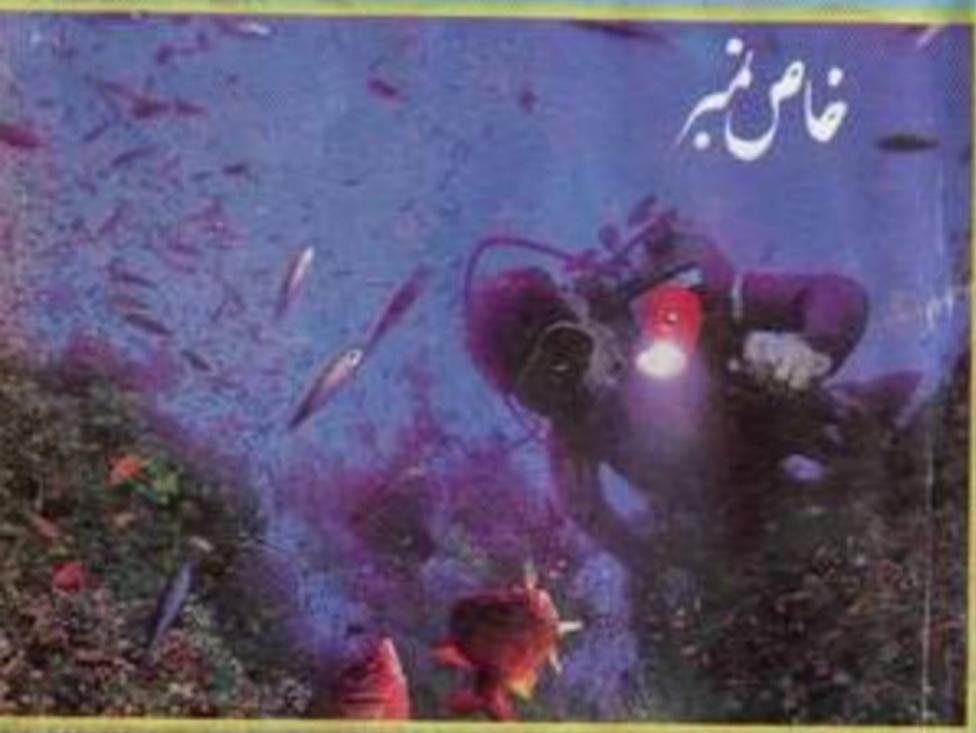


بَرْثَكِ اسْتَپَارَك

خَامِنْهَر



اشْتَاقِ اُمَّهَد

پُر اسرار بے ہوشی

فاروق احمد بھٹی نے اس گاڑی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ رات کا ایک بجا تھا، شدید سردی کے دن تھے اور اپنی چیک پوسٹ پر وہ تھنا کھڑا تھا۔ کہ وہ سیاہ رنگ کی کار آ کر رکی۔ اس کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ اور اندر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کی حرمت کا سبب وہ گاڑی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلے بھی اس قسم کی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔ ایک عمر گزر گئی تھی، اسے چیک پوسٹوں پر ڈیونی دیتے ہوئے۔ وہ ایک آفیسر کمانڈو تھا۔ اپنے دلن سے محبت کرنے والا اور اس کی خاطر جان تک دینے کا جذبہ رکھنے والا۔ کسی گاڑی پر اسے شک گزرتا تو وہ چیک کیے بغیر کبھی اسے جانے نہ دیتا۔ اور اس قسم کی گاڑی تو اس نے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں تھی۔

وہ بہت لمبتوتری نہیں کا رہی - بالکل زمین سے لگی
خوس ہو رہی تھی ، اس کی چورائی بہت کم تھی - لمبتوتری
ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بالکل گولانی میں بھی تھی متین
گولانی کر سکتے تھے اس کو -

فاروق احمد نے ٹھک ٹھک کر کے شیشہ گرانے کا
اشارة کیا - دوسرے ہی لمحے شیشہ ٹھوڑا سا نیچے ہوا
اور پھر وہ زور سے اچھلا - اس کی آنکھیں حیرت سے چل
گئیں - دوسرے ہی لمحے وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔
ہوش آیا تو اس کے ماتحت اس پر جھکے ہوئے
تھے - وہ اسے اٹھا کر کیا میں لائے تھے - جب وہ
ڈیوٹی پر تنا کھڑا تھا تو اس کے ماتحت کیا میں
بیٹھے آگ تاپ رہے تھے - انھیں فاروق احمد کی
عادت بہت بُری لگتی تھی - کہ اتنی رات گئے بھی
ڈیوٹی پر کھڑا رہتا تھا - بھی وہے کے پاتپ کے
ذریعے مریک تو رکی ہوتی تھی ہی - کوئی گاؤں آتے گی
تو اس کو توڑ کر تو گزد نہیں جائے گی - اسے دکنا
ہی پڑے گا - اور وہ باہر نکل کر اس کی تلاشی لے
سکتے ہیں ، لہذا اس غصب کی سردی میں باہر کھڑے ہونے
کی کوئی ضرورت نہیں تھی -

یہ خیالات اس کے ماتحتوں کے تھے - اس کے نہیں ،
اس کا کہنا تھا - ڈیوٹی ڈیوٹی ہے - اور ہماری ڈیوٹی کیا
کے اندر بیٹھنے کی نہیں ہے - کھڑے ہو کر ڈیوٹی دینے
کی ہے - چاہے آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی کے دوران ایک
گاؤں بھی نہ گزرے - اس کے ماتحت اس پر مسکرا
دیا کرتے تھے - لیکن اسے ان کے مسکرانے کی ذرا بھی
پروا نہیں تھی - دیے اس کے ماتحت اس سے بہت
مجبت کرتے تھے - یکونکہ وہ ایک بہترین انسان تھا -
طن سے مجبت تو کرتا ہی تھا - اپنے ماتحتوں سے بھی
بہت اخلاق سے پیش آتا تھا -

" وہ - وہ کار... "

" کار - نہیں تو سر - وہاں تو کوئی کار نہیں تھی -
آپ ہمیں کھڑے نظر نہ آئے تو ہم نے باہر نکل کر
دیکھا - آپ بے ہوش پڑے تھے - ایک نے بتایا -

" اور وہاں کوئی کار نہیں تھی؟ "

" جی نہیں - بالکل نہیں۔ "

وہ سوچ میں ڈوب گیا - ان لوگوں کو بتائے یا
ن آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ بتا دے :
" سنو ! ایک سیاہ دنگ کی کار آ کر رکی تھی - بہت لمبتوتری

اور گولانی میں — زمین سے بالکل چکی ہوئی لگ رہی تھی — مطلب یہ کہ اُدپر کو اٹھی ہوتی نہیں تھی — اس کے شیشے پڑھتے ہوئے تھے — ظاہر ہے — اتنی سردی میں شیشے گرا کر کون سفر کر سکتا ہے — میں نے شیشہ گرانے کے لیے ٹھک ٹھک کی — شیشہ تھوڑا سا نیچے سر کا — پھر جانتے ہو — میں نے کیا دیکھا؟

”کیا دیکھا؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

”میں نے کار میں ایک عجیب و غریب قسم کا انسان دیکھا — کم از کم وہ اس دُنیا کا انسان ہرگز نہیں تھا — اس کا سر بالکل گول — فٹ بال جساتھا — فٹ بال پر آنکھیں، منہ، ناک اور سر پر بال نظر آ رہے تھے — باقی جسم میں دیکھہ ہی نہ سکا — شاید میں بے ہوش ہو گی تھا۔

”یہ ٹھیک ہے سر — آپ بے ہوش ہو گئے تھے، لیکن سردی سے — آپ نے ضرور بے ہوشی کے عالم میں خواب دیکھا ہے، کیونکہ ہمارے ملک میں نہ تو اس قسم کی کاریں کیمیں ہیں — نہ اس قسم کے گول سروں والے انسان — ایک بولا۔

”میں جانتا تھا — تم یہی کہو گے — خیر — وہ کندھے

آچکا کر رہ گیا۔

اس کے ماتحت مُکرا دیے۔

دوسرا دن پھر بالکل ٹھیک ایک بجے رات کو — بالکل ویسی ہی کار آ کر رکی — فاروق احمد بھٹی نے ایک باد پھر آنکھیں چھار چھاڑ کر اس کار کو دیکھا اور اندر کی طرف دوڑ لگا دی — کیمن کے دروازے پر جاتے ہی اس نے کہا:

”او — آکر خود دیکھ لو — کل والی کار پھر آئی ہے۔

اج تم بھی اس میں بیٹھے ہوئے شخص کو دیکھ لو۔“

اس کے ماتحت چونک اُٹھے — فوڑا باہر نکلے — انھوں نے بھی کار کو آنکھیں چھار چھاڑ کر دیکھا — پھر ٹھک ٹھک کی گئی — شیشہ ذرا سا نیچے سر کا اور پھر انھوں نے اندر بیٹھے، ہوئے شخص کا سر دیکھا۔

دوسرا دن، ہی لمحے وہ سب تڑا تڑا گرے اور پھر بے ہوش ہو گئے — فاروق احمد بھٹی بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو گیا — حالانکہ وہ اس شخص کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔

آدھ گھنٹے بعد ان سب کو ہوش آگیا:

”اب کیا خیال ہے — کیا تو سب نے بھی خواب

دیکھا ہے۔ فاروق احمد نے مسکرا کر کہا۔

"نن۔ نہیں۔ یہ خواب نہیں تھا۔ اور اس کا مطلب ہے۔ ہمارے بے ہوش ہونے کے بعد وہ کار سے نجی گزرا ہو گا۔ اس نے پاسپ ہٹایا ہو گا اور گزد گیا ہو گا۔ ایک مانحت نے کہا۔

"اس کے سوا کی کہا جا سکتا ہے۔" اس نے کہا۔

میرا خیال ہے۔ آپ یہ بات کبی انجرار کو بتا دیں، وہ خبر چھاپ دے گا۔"

"اس سے کیا ہو گا۔ بلا وجد سننی پھیلے گی۔"

"گویا آپ خاموش رہیں گے۔"

"بس دیکھتے جاؤ۔" وہ بولا۔

دوسرا دن صبح سورے۔ اپنی ڈیوبٹی سے فارغ ہو کر وہ اپنی موڑ سائکل پر بیٹھا اور ایک سمت میں رواد ہو گی۔ آج اس کا ہست پڑانا خواب پورا ہو رہا تھا۔ وہ اپنے اندر خوشی کی لہیں محسوس کر رہا تھا اور جوش سے اس کا چہرہ تمنا رہا تھا۔ ایک چھوٹے اور خوبصورت سے گھر کے سامنے اس نے اپنی موڑ سائکل روک دی۔ دروازے پر لگھنی کا بٹن دبا دیا۔ جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک خوبصورت سے روکے کی شکل نظر آئی۔

"جی فرمائیے۔ اس نے با اخلاق لجے میں کہا۔

"مجھے انپکٹر، حسید صاحب سے ملتا ہے۔"

"آئیے۔ اس نے کہا اور اسے ڈرائیور روم میں لے آیا۔

"ترشیف دیکھیے۔ وہ نہار ہے ہیں۔ چند منٹ میں آتے ہیں۔ امید ہے، آپ محسوس نہیں کریں گے۔"

"جی نہیں۔ بب۔ بالکل نہیں۔" اس نے فدا کہا۔

"آپ کا نام؟" اس نے پوچھا۔

"فت۔ فاروق احمد۔"

"جی۔ کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

اس میں چونکنے کی کیا بات ہے جی؟ وہ بولا۔

چونکنے کی بات۔ دو اصل ہمارے گھر میں تو

پہلے ہی ایک عدد فاروق احمد ہے۔"

"آپ محمود ہیں؟"

"جی ہاں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

میں فاروق احمد بھٹی ہوں۔ اور ایک اہم خبر لے

کر آیا ہوں۔ آفیسر کمانڈ پولیس ہوں۔ چیک پوسٹ

نمبر۔ پر ڈیوبٹی ہے یہری ان دونوں۔"

"کیا وہ خبر آپ مجھے سنانا چاہتے ہیں؟"

"آپ کو بھی اور آپ کے والد کو بھی۔"

تب پھر ہم ایک ساتھ، ہی مُس لیں گے۔ آپ تشریف رکھے۔

یہ کر کر وہ باہر نکل گی۔ جلد، ہی چائے کی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا:

”اوہو۔ اس کی ضرورت نہیں تھی۔“

”آپ ڈیوٹی سے یہاں چلے آ رہے ہیں۔ یہی بات ہے نا۔“ محمود مکرایا۔

”آپ نے کیسے جان یا؟“

”آپ رات کی ڈیوٹی پر ہیں۔“ محمود نے کہا۔

”جی ہاں! بالکل صحیک۔ یکن آپ نے اندازہ کس طرح لگایا یا؟“

”آپ کے جسم پر ابھی تک ڈیوٹی والا بیاس ہے۔ آنکھوں میں نیند بھری ہے۔ اگر آپ گھر سے ڈیوٹی پر

جا رہے ہوتے تو آنکھوں میں نیند اور چہرے پر تھکن نہ سوار ہوتی۔ آپ کے جوتے بھی خوب چمک رہے ہوتے۔ یکن کھر اور دھنند کی وجہ سے ان گل پاش

ماند پڑ چکی ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ گھر سے آرہے ہوتے تو جوتے چمک رہے ہوتے۔“

”کمال ہے۔ آپ کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ اس کے

لجنے میں حیرت تھی۔

”جس کا مشاہدہ تیز ہے۔ وہ تو سراغ سال ہو، ہی نہیں سکتا۔ میں تو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ آج ڈیوٹی کے دو دن آپ کچھ دیر کے لیے بے ہوش بھی ہونے تھے۔“

”ارے؟ وہ اچھل پڑا۔ آنکھیں حیرت سے چھیل گئیں۔“

”اب آپ یہ جانتا چاہیں گے کہ میں نے یہ اندازہ کس طرح لگایا۔ ہوش میں آنے کے بعد آپ نے اپنے پکڑوں کو جھاڑا ضرور ہے، لیکن ابھی طرح نہیں جھاڑ سکے۔ آپ کے بالوں میں چند سوچے ابھی تک چھپے ہوئے ہیں اور کان کی ایک لوپ پر ابھی تک مشی لگی ہوئی ہے۔“

”اس بات سے یہ اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے۔ کہ میں گر گی ہوں گا۔ بے ہوش ہونے کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس نے انکار میں سر ہلا�ا۔“

آپ صحیک کہتے ہیں، لیکن گرنے والا اگر اس طرز گرے کر کان زمین سے ڈکرائے تو وہ فوری طور پر کان کو ملے گا، جب کہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ اکا ماف مطلب ہے۔ آپ گرتے ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ ہوش آیا،

کان پر آپ کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی۔

”کمال ہے۔ حیرت ہے۔“

”اور میں آپ کو یہ بات بھی بتا سکتا ہوں کہ
کوئی بہت ہی جحیب و غریب چیز آپ نے دیکھی ہے،
جس کی اطلاع دینے آپ سید ہے، ہمارے پاس چلتے
آئے ہیں۔ حالانکہ آپ کسی پولیس اسٹیشن یا کسی اخبار
کے دفتر جا سکتے تھے۔ لیکن آپ سید ہے، ہمارے
پاس آئے ہیں۔ اس کا مطلب۔ صرف یہ ہے
کہ آپ ہم لوگوں میں بہت لیپی رکھتے ہیں۔ اور بہت
ذنوں سے ہم سے ملنے کا کوئی بہانا ڈھونڈ رہے تھے۔
سو آج بُونی ایک بسانا آپ کو ملا۔ آپ ہماری طرف
آگئے۔“

”آپ کے تمام اندازے سو فی صد درست ہیں۔
اور مجھے آپ کے اندازوں پر شدید حیرت ہے۔
آپ لوگ جو اتنے معمر کے مادتے رہتے ہیں تو فرد
اسی وجہ سے کہ آپ لوگوں کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔
اس نے کہا۔

”آپ چائے لیں۔“

خود اس دوڑاپن اس کے لیے چائے بنایکا تھا۔

”آپ کے بھائی اور بین نظر نہیں آئے۔“

”سکول کی تیاری کر رہے ہیں۔ میں ان سے
پہلے تیار ہو گیا ہوں۔ وہ مسکرا یا۔“

”عن ان اس وقت قدموں کی آواز اُبھری اور ان پکڑ
جشید اندر داخل ہوئے۔ فاروق احمد بھٹی اٹھنے لگا۔
لیکن ان پکڑ جشید نے جلدی سے اس کے کندھے پر
ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

”اٹھنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو آتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اٹھنے کی
کوشش برکتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں منع فرم
دیتے تھے۔ یعنی اپنے یہے ان کا اٹھنا پسند نہیں فرماتے
تھے، لہذا میں بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا۔“

”شکریہ!“ اس نے کہا، پھر بولا:

”میں ایک خبر سنانے آیا ہوں۔ بہتر ہو گا کہ آپ
فاروق صاحب اور فرزانہ صاحب کو بھی بُلا لیں۔“
”میں سمجھ گیا۔ آپ ہم سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔“
وہ مسکرا گئے۔

فاروق احمد بھٹی شرعاً گیا۔ ان پکڑ جشید نے ان
ذنوں کو آواز دی۔ وہ فوراً اندر داخل ہوئے اور بولے:

”السلام علیکم؟“
”علیکم السلام؟“

اب اس نے نئے سرے سے اپنا تعارف کرایا۔
پھر جو کچھ پہلی اور دوسری رات دیکھا تھا، وہ بیان کیا۔
چاروں کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔

”اگر آپ کی بات درست ہے تو پھر یہ کہنا پڑے
گا کہ وہ کار اور وہ شخص کم از کم اس دُنیا کے نہیں
تھے۔ گویا کسی دوسرے یارے کی مخلوق ہماری زمین پر
اُتر آئی ہے۔ اور یہ بات ہمارے حلن سے نہیں اُتر
سکے گی۔“

”ہو سکتا ہے۔ وہ آج رات بھی گزرے۔“

”اگرچہ یہ ضروری نہیں۔ لیکن پھر بھی۔ ہم رات کو
پونے ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ انپکٹر جمیش
نے کہا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ یہی میں چاہتا تھا۔ اس نے
خوش ہو کر کہا۔“

تحوڑی دیر بعد وہ ان سے رخصت ہوا۔ رات
کے ٹھیک پونے ایک بجے ایک کار چیک پوسٹ کے
سامنے آ کر رکی۔ اس میں سے محمود، فاروق اور فرزاد

”اُترے۔ فاروق احمد مجھی ان کی طرف پکا۔“
”ارے۔ انپکٹر صاحب نہیں آئے؟“
”اُنھیں ایک ضروری کام پیش آگیا۔“
”خیر کوئی بات نہیں۔ آپ آگئے۔ میرے لیے یہی
بہت ہے۔ اس نے کہا۔“

”اب انھیں انتظار تھا ایک بجھنے کا۔“
”ضروری نہیں کہ وہ آج بھی گزرے۔“ فاروق بولا۔
”ہاں! ضروری تو نہیں ہے۔ محمود بولا۔
”کیوں نہ آپ یکین میں چل کر بیٹھیں۔“ فاروق احمد مجھی
نے کہا۔“

”اور آپ؟“
”میری تو ڈیوٹی ہے۔“
”ڈیوٹی ان لوگوں کی نہیں۔ جو یکین میں بیٹھے ہیں۔“
”یہ میرے ماتحت ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اتنی رات
گئے۔ وہ بھی شدید سردی میں کسی گاڑی والے کو یہ
پڑی ہے کہ ادھر سے گزرے۔ اور اگر کوئی آئے گا
تو وہ باہر نکل کر اسے چیک کر ہی لیں گے۔“

”اور آپ۔ آپ کیوں باہر کھڑے ہیں۔ ہمارے لیے یہ؟“
”بھی نہیں۔ میں اپنی پوری ڈیوٹی کے دوران اندر نہیں

جاتا۔ باہر ہی کھڑے رہ کر ڈیونی دیتا ہوں۔ کیونکہ
ہماری ڈیونی بھی ہے۔

”بہت خوب! آپ سے مل کر خوش ہوئی۔“

”اور اگر وہ کار آج بھی یہاں سے گزرے تو یہ
خوش اور بڑھ جائے گی کہ میں نے آپ کو ایک اہم خبر دی۔
”ہاں! یہ تو ہے۔“ فاروق نے کہا، ساتھ ہی اس کے
دانت بچنے لگے۔

”واہ۔ جلترنگ بچ رہا ہے۔“ محمود بولا۔

”اپنے دانت سننا ہو۔ کیس باہر نہ گر پڑا۔“ فاروق
نے جل کر کہا۔

”اس قدر سردی میں بولنا بھی کافی شکل کام ہے
اور پھر بھی تم بول رہے ہو۔ کمال ہے۔“ فرزانہ نے
انھیں گھورا۔

”کیا کیا جائے۔“ مجبوری ہے۔ درد نہ یہ فاروق احمد
بھٹی صاحب ہمارے بارے میں کیا خیال کریں گے۔“

”نن۔ نہیں۔ میں کچھ۔ اوہ ہو۔ شاید وہ آرہی ہے۔“

”لک۔ کون آرہی ہے؟“ فاروق گھرا گیا۔

”کار۔“ فاروق احمد بھٹی نے کہا۔

اب ان کی نظری سڑک پر جم گئیں۔ ایک گاڑی

کی لائیں نظر آ رہی تھیں۔ آخر گاڑی نزدیک آ گئی۔
فاروق احمد بھٹی اچھل پڑا اور پر جوش آواز میں بولا:
”وہی ہے۔“

یہ سنتے ہی محمود نے کیس کی طرف دوڑ لگا دی اور
کیس میں موجود لوگوں سے بولا: ”آپ لوگ اندر ہی رہ کر جائزہ لیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔“
”جی۔ اچھا۔“ انھوں نے فرد اکھا۔

سیاہ کاز آ کر دکی۔ وہ بالکل وہی تھی۔ جونہی
شیش سرکا۔ وہ چاروں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حیرت در حیرت

آدھ گھنٹے بعد انھیں ہوش آیا :

”اُف میرے مالک ۔ یہ سب کیا ہے ۔ وہ تو واقعی اس زمین کی مخلوق نہیں تھی۔“ فاروق کی کانپتی آواز سنائی دی ۔ اس کے لجھے میں بے پناہ حیرت تھی ۔

”اور وہ کادنے ہم نے اپنی زندگی میں ایسی کارکبھی نہیں دیکھی۔“ محمود بولا۔

”اس کا مطلب ہے ۔ اس بار ہمارا واسطہ کسی دُورے میادے کی مخلوق سے پڑنے والا ہے۔“ فرزاد نے کہا۔

”سوال یہ ہے کہ وہ ہر روز رات کو ایک بجے یہاں سے کیوں گزرتی ہے؟“ فاروق بولا۔

”اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ شیش سر کے ہی ۔ اسے دیکھنے والے بے ہوش کیوں ہو جاتے ہیں؟“

”ارے ہاں ۔ ہم کیبین والوں سے پوچھتے ہیں：“

ڈھپڑے بھاڑتے ہوئے آئئے اور پھر چونک آئئے ۔

ان کے مذہ سے ایک ساتھ نکلا :

”ارے ۔ فاروق احمد بھٹی کہاں ہیں؟“

”شاید کیبین میں ان کے ساتھی اٹھا کرے گئے؟“

”وہ کیبین کی طرف پکے ۔ اور یہ دیکھ کر چکرا گئے کہ وہاں فاروق احمد بھٹی کے سبھی ماتحت بے ہوش پڑے تھے اور ان میں فاروق احمد نہیں تھا۔“

”یہ یہ کیا ۔ فاروق احمد بھٹی تو ان میں نہیں ہیں۔“ محمود نے کہا۔

”کیس باقاعدہ شروع ہو گیا؟“ فاروق بڑ بڑا یا۔

”اور یہ بے قاعدہ کب شروع ہوا تھا۔“ فرزاد نے منہ بنار کہا۔

”اسی وقت انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔“

”اُن مالک ۔ یہ نہیں ۔ کیا ہو گیا تھا؟“ ان میں سے ایک نے کانپ کر کہا۔

”آپ کو کیا ہو گیا تھا؟“

”پتا ہی نہیں چل سکا ۔ کار آ کر دکی ۔ شیش سر کا اور پھر آپ لوگوں کو ہم نے گرتے دیکھا۔ ساتھ ہی اس مخلوق کی نظریں ہماری طرف آئیں۔“ اس نے

کار کا رُخ کیبن کی طرف کر دیا۔ ہم گھرا گئے۔ اس سے پہنچ کر کیبن سے نکل کر ادھر ادھر جاگ سکتے۔ نجانے، ہمیں کیا ہوا۔ ہم گرتے چلتے گئے:

”مطلوب یہ کہ آپ لوگ ہم سے کچھ دیر بعد بے ہوش ہوئے۔“ محمود نے کہا۔

”جی ہاں! ایک بولا۔

”اور اتنی ہی دیر بعد ہوش میں آئے ہیں۔ فرزانہ بولی۔

”جی کیا مطلب؟ وہ چونکے۔

”یکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آپ کے آفیسر فاروق احمد بھٹی غائب ہیں۔“

”جی۔ کیا مطلب؟“

”ہم نہیں جانتے۔ وہ کہاں ہیں۔“

”بے ہوش تو وہ آپ کے ساتھ ہی ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے چران ہو کر کہا۔

”ہوں۔ یہ مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اب ہمیں پہنچے فاروق احمد بھٹی صاحب کو تلاش کرنا ہو گا۔ ان کے گھروالے بہت پریشان ہوں گے۔ مہربانی فرمائ کر ان کے گھر کا پتا تو بتا دیں۔“

”ضرور یکوں نہیں۔ گرین ٹاؤن میں مکان نمبر ۹۱۳۔“

”بہت بہت شکریہ۔ ان کی طرف سے آپ کو کوئی پیغام ملے تو ہمیں اس نمبر پر اطلاع کر دیجیے گا۔“ محمود نے اپنا کارڈ ایک کو دیتے ہوئے کہا۔

”جی بہتر! اس نے کہا۔

”اور آپ اپنے ہیڈ آفس میں بھی اس واقعے کی روپورٹ کر دیں۔“

”جی اچھا۔“

اب تینوں گرین ٹاؤن پہنچے۔ مکان نمبر ۹۱۳ تلاش کرنے میں انھیں وقت مذہبی۔ محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی۔ جلد ہی دروازہ کھلا۔

دوسرا سے لمحے دہ بُری طرح اچھے۔ فاروق احمد بھٹی ان کے سامنے موجود تھے۔



”یہ۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟“
”آپ لوگ۔ آپ لوگ شاید محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ میں نے آپ کی تصاویر اکثر انجارات میں دیکھی ہیں۔“ اس نے کہا۔

کوئی بات نہیں۔ آجائے گا آہستہ مخدونے کما
اور اس سے بولا:

”تو آپ آج صح ہمارے گھر نہیں آتے تھے؟“
”ہرگز نہیں: اس نے کہا۔“

”اور آپ نے رات ایک بجے اپنی ڈیوٹی کے دوران
ایک سیاہ دیگ کی لمبوتری کار کو نہیں دیکھا تھا۔“
”ہرگز نہیں۔ اس نے فڑا کہا۔“

”اور ن سیاہ کار میں ایک عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا
تھا؟“ مخدود بولا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”آپ اپنے گھر کس وقت پہنچتے ہیں؟“

”میری ڈیوٹی دو بجے رات ختم ہوتی ہے۔ اور میں
تحوڑی دیر پہنچتے، ہی گھر پہنچا ہوں۔ کیوں، آپ یہ کیوں
پوچھ رہے ہیں؟“

”آپ کے گھر میں فون ہے؟“

”جی ہاں!“ اس نے کہا۔

”کیا ہم آپ کے گھر سے ایک فون کر سکتے ہیں؟“
”ضرور کیوں نہیں؟“

”وہ انھیں اندر لے آیا۔ فون اٹھا کر ان کے پاس

کیا مطلب؟“ یمنوں ایک ساتھ بولے۔

”آپ کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں؟“

”آپ فاروق احمد جٹلی ہیں نا۔“

”ہاں ہاں۔ بالکل ہوں۔“

”آپ صحیح ہمارے گھر آتے تھے؟“

”مم۔ میں۔ نہیں تو۔“

”آپ آج ڈیوٹی پر گئے تھے؟“

”ہاں! گی تھا۔ ابھی ابھی تو واپس آیا ہوں ڈیوٹی
سے۔ اسی وقت آتا ہوں ہر روز۔“ اس نے حیران ہو کر کہا۔

یمنوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔“

”ضرور گیا تھا۔ کیوں ن جاتا خاب۔“ اس نے حیران
ہو کر کہا۔

”شکریہ! دہاں پونے ایک بجے کے قریب کیا ہوا؟“

”کچھ بھی نہیں ہوا۔“

”کیا ہم دہاں آتے تھے؟“

”آپ۔ نہیں تو۔ آپ کا دہاں کی کام؟“

انھوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:
”یہ معاط تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

رکھ دیا، انہوں کے گھر کے نمبر ملائے۔ لیکن ان کے والد گھر نہیں پہنچے تھے۔

”اب کی کریں۔ اب آجان گھر میں نہیں ہیں؟“

”بات کی ہے۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیں۔ شاید میں آپ کی مدد کر سکوں۔“ فاروق احمد بھٹی نے جلدی جلدی کہا۔

”اچھی بات ہے۔ آپ کو بتا دیتے ہیں؟“

”یہ کوئی محمود نے اسے ساری بات کر سنائی۔“

”عجیب بات ہے۔ مجھے تو ان میں ایک بات بھی یاد نہیں۔ نہ آپ کے گھر جانا۔ نہ اس قسم کی کار کو دیکھا، نہ عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا۔ کچھ بھی تو یاد نہیں آ رہا۔“ اس نے کہا۔

اب تو انہیں چکر پر چکر آنے لگے۔ آخر وہ اس سے ڈھنخت ہوتے۔ وہاں رک کر کرتے بھی کیا۔

سید سے پروفیسر داؤڈ کے ہاں پہنچے۔ وہ گھری نیند سو رہے تھے۔ گھنٹی کی آواز سن کر پہلے شارتہ کی آنکھ کھلی، اس نے ان کی آواز سن کر دروازہ کھول دیا:

”خیر معلوم نہیں ہوتی۔“

”یہ بات بھی نہیں کہی جا سکتی۔“ محمود نے کہا۔

”تو چھر کیا بات کہی جا سکتی ہے؟“ شارتہ نے حیران

ہو کر کہا۔

”دہی بتانے آئے ہیں۔ چلو پہلے انکل کو جگاؤ۔“

”وہ اندر آئے۔ پروفیسر داؤڈ کو جگایا گی۔ انہیں

دیکھ کر ان کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔

”کونی گڑ بڑ ہے کیا؟“

”نج۔ بھی پتا نہیں۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”کیا مطلب ہے وہ چونکے۔“

”پتا نہیں۔ کر گڑ بڑ ہے یا نہیں۔“

”بات کیا ہے۔ یہ بھی پتا ہے یا نہیں؟“

”قریب۔ قریب پتا ہے۔ لیکن یقین سے کچھ نہیں کر

سکتے کہ درست پتا ہے یا غلط۔“

”اوٹ پلانگ سی باتیں کر رہے ہو۔“ پروفیسر داؤڈ نے

مز بنایا۔

”اس میں ہمارا ایک فی صد بھی قصور نہیں۔“

”تو چھر۔ قصور کس کا ہے؟“

”جس کا بھی ہے۔ کم از کم ہمارا نہیں ہے۔“ ویسے

آپ کی اخلاق کے یہے عرض ہے کہ شہر میں کسی دوسرا

ذُنیا کی مخلوق موجود ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس

کار بھی دوسری ذُنیا کی ہے۔“

"میں سمجھا نہیں؟ وہ حیران رہ گئے۔

اب محمود نے ساری کہانی کو سنائی۔ مادے جرت کے ان کا بُرا حال ہو گی۔ کافی دیر تک وہ سوچ میں گم رہے، پھر بولے:

"سارا واقعہ ہی عجیب و غریب ہے۔ کم از کم فاروق احمد بھٹی کا معاملہ تو بالکل ذہن میں نہیں آ رہا۔ آخر اسے کیا ہوا۔ وہ سب کچھ کس طرح جھوٹ لگایا۔ اور اپنے گھر کس طرح پہنچ گیا۔"

"یہ تو بات عجیب ترین ہے۔ اسی لیے ہم یہاں آ گئے ہیں۔ یونکہ اب اجنب اس وقت شہر میں نہیں ہیں؛" یکوں۔ وہ کہاں ہیں؟

"آئی جی صاحب نے کسی فوری نوعیت کے کام سے بھیجا ہے؟"

"اور کب آئیں گے؟"

"آئی جی صاحب بتا سکیں گے؟"

"تو کارڈ ایس فون؟"

مودود نے اسی وقت آئی جی صاحب کے نمبر ملا، دوسری طرف کچھ دیر تک گھنٹی بھتی رہی۔ آخر ریسور اٹھایا گیا۔ اور آئی جی صاحب کی نیند میں ڈوبنی آواز سنائی دی:

"جی۔ کون صاحب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہے؟"

"یہ میں ہوں سر۔ محمود۔" اس نے کہا۔

"سر محمود۔ کون سر محمود؟ وہ حیران ہو کر بولے۔ نیند میں تھے نا۔"

"سر محمود نہیں سر۔ صرف محمود۔ محمود گڑبراؤ گیا۔"

"اوہ محمود۔ یہ تم ہو۔ یہکن یہ تم کیوں ہو؟ آئی جی صاحب نے کہا۔"

"آپ ابھی تک نیند میں ہیں۔ محمود گھبرا گیا۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ بتاؤ نا۔ تم کیوں ہو؟"

"اپا جان کے بارے میں پوچھنا تھا۔ وہ کب تک ٹویں گے؟"

اس سوال کے ساتھ ہی دوسری طرف سے ریسور رکھ دیا گی۔

"لیجیے۔ کر لیں بات۔" محمود نے بُرا سامنہ بنایا۔

"کیا ہوا؟ فاروق بولا۔"

"وہ کسی بات کا جواب میدھی طرح نہیں دے رہے۔"

یا تو وہ واقعی نیند میں ہیں یا کوئی اور بات ہے۔ جو نہیں

میں نے پوچھا، اپا جان کب تک ٹویں گے۔ انہوں نے ریسور رکھ دیا۔"

”گڑبڑ۔ کیسی گڑبڑ؟ ایک نے حیران ہو کر کہا۔
”یہ تو ہم نہیں جانتے کہ کیسی گڑبڑ۔ لیکن ہو سکتے
ہے، کسی قسم کی گڑبڑ اندر موجود ہو۔“
”ہمارے خیال میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔
”کوئی آیا۔“ ”کوئی آواز سننے میں آئی۔“
”ان سب باتوں کے باوجود کوئی بات ہو سکتی ہے،
ہمیں اندر چل کر دیکھ یہاں چاہیے۔“
”آخر آپ کو گڑبڑ کا اندازہ کس طرح ہوا؟“
”ہم نے آئی جی صاحب کو فون لیا۔ تو انہوں نے
تلی بخش جوابات نہیں دیے۔
”خیر۔ چیک کر لیتے ہیں۔ آئیے۔“
اب وہ ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔
یہاں سیک کر آئی جی صاحب کے کمرے کے باہر بیٹھ۔
محمود نے تالے کے سوراخ میں سے اندر جھانکنا چاہا، لیکن
کچھ نظر نہ آسکا۔ تالے کے سوراخ میں کوئی چیز چھپنی
ہوئی تھی۔
اس نے چند سینکڑ کے لیے سوچا اور پھر دروازے پر
انگلی سے ٹھک ٹھک کی۔ ساتھ ہی وہ پیچے پیٹ گی
اور دیوار سے جا گا۔ فالوق اور فرزانہ نے بھی یہی کیا۔

”اوہ۔ ایک بار پھر رنگ کرو۔“ فرزانہ نے چونکہ کر
کہا۔ ساتھ ہی فون سیٹ کا ایک بٹن دبادیا۔ اب
آواز سب لوگ شنکتے تھے۔ بُخونی سلسلہ ملا، محمود نے کہا:
”اسلام علیکم انکل۔ محمود بات کر رہا ہوں۔“
”کوئی نئی بات نہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی کر
رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی کرتے ہی رہتے ہو۔“
”جی ہاں! یہ تو ۔۔۔“ لیکن ابا جان کہاں ہیں؟“
ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے پھر رسیور رکھ دیا۔
”اب کپا خیال ہے؟“ محمود مسکرا یا۔
”کہیں وہاں کوئی گڑبڑ نہ ہو۔“
”تو پھر پہلے تم ان کے ہاں جا کر خیریت معلوم کر
اؤ۔ ہم تو بعد میں بات کریں گے۔“
”اچھی بات ہے۔ یونہی سی۔“
”وہ تجربہ گاہ سے روانہ ہو کر فوراً آئی جی صاحب
کے لھر پہنچے۔ دروازے پر بگران موجود تھے۔ حالات
پُر سکون نظر آتے تھے۔ ان کی گاڑی کو رکتے دیکھ کر
نگران چوکس ہو گئے۔ پھر انہیں دیکھ کر حیران ہوئے،
یکونکہ اچھی طرح پہچانتے تھے:
”اندر کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔“

ان کے انداز کو دیکھ کر گاہڑ بھی پریشان ہو گئے اور
دیوار سے جائے ۔

"کون ؟ اندر سے آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی ۔
محمود نے گارڈ کو اشارہ کیا ۔

"یہ میں ہوں سرہ گارڈ فوراً بولا ۔

"ہاں ! کیا بات ہے ؟

"اندر ہر طرح خیریت تو ہے سرہ
"ہاں بالکل ۔

"تب پھر ۔ یہ محمود، خالائق اور فرزانہ آئے ہیں ۔

"کیا مطلب ؟ اندر سے چلا کر کہا گیا ۔

اور وہ حیرت زده رہ گئے ۔

ان کے لیے حیرت کی بات یہ تھی کہ اس سوال کے
جواب میں چلانے کی کیا ضرورت تھی ۔ چند سینٹ سینک
سوچنے کے بعد محمود نے چھردتک دی ۔
"اوہ ہو ! کیا صیبت ہے ؟

"سرہ ! دروازہ کھویے ۔ ہم آئے ہیں ۔

"تو میں کیا کروں ۔ انھوں نے جتنا کہا ۔

"گویا آپ دروازہ کھون پسند نہیں کرتے ہمارے لیے ہیں ۔
"ہاں ! نہیں کرتا ۔ جاؤ ۔ چلے جاؤ ۔ یہ آرام کا وقت
ہے ۔ انھوں نے کہا ۔

"بہت بہتر ۔ صرف اتنا بتا دیں ۔ اب آجان کب لوٹیں
گے ۔ ہم ان کی بہت ضرورت محسوس کر رہے ہیں ۔
"تم جاتے ہو یا گارڈوں کے ذریعے نکلا دوں ۔
گارڈ ان کی بات سن کر حیرت زده رہ گئے ۔

محود نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کی، پھر خود بولا:

”اچھی بات ہے سر۔ ہم جا رہے ہیں۔“

یہ کہ کر انھوں نے قدموں سے ایسی آوازیں پیدا کیں،
بیسے جا رہے ہوں — اور پھر ساکت ہو گئے۔

”چلے گئے — پہلے فون کیا — اب یہاں چلے آئے
ان لوگوں سے تو اثر بچائے۔“ آئی جی حاجب کی آواز منانی
دی — ان کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ جواب
میں گھومن گھومن — گھرد گھرد کی آواز کمرے کے اندر منانی
دینے لگی، پھر انھوں نے کہا:

”ہاں ! آپ ٹھیک کہتے ہیں — یہ لوگ اسی قابل ہیں
آپ کے کہنے پر، ہی تو میں نے انپکٹر جمیش کو اس
قدر دور بیج دیا ہے — وہاں سے واپس آنے میں
بھی اسے کئی دن لگ جائیں گے۔ جو نہیں آئے گا، پھر
کیسی بیج دوں گا۔“

ایک بار پھر گھومن گھومن گھرد گھرد کی آواز منانی
دی — اب تو ان کی شی گم ہو گئی — ان کے کمرے میں
ان کے علاوہ کوئی اور موجود تھا — لیکن وہ جواب میں
گھومن گھومن گھرد گھرد کر رہا تھا۔

”آپ نکلنے کریں — انپکٹر جمیش اب شہر سے باہر ہی
رہا کریں گے：“

جواب میں ایک بار پھر گھومن گھومن گھرد گھرد منانی
دی — اب تو انھیں اپنے رو نگٹے کھڑے ہوتے محسوس
ہوئے — محود نے بے چین ہو کر دروازے کو ایک
بار پھر دھڑ دھڑا ڈالا :

”کون بد تیز ہے — جو دستک دینے کے آداب بھی
نہیں جانتا：“

محود نے گارڈ کو اشارہ کیا کہ وہ بولے — گارڈ کا
من بن گی — یکونکہ اب اس کے ولنے کا مطلب یہ
تھا کہ وہ بد تیز ہے — پھر بھی دل پر جبر کر کے
اس نے کہا:

”سر — کیا آپ کے کمرے میں کوئی ہے؟“
”دماغ تو نہیں چل گیا — یہاں بھلا کون ہو گا؟“
”تو پھر ذرا دروازہ کھو لیے：“

”لگ — کیوں — میں دروازہ کیوں کھولوں — جانتے
ہو — کیا نج رہا ہے؟“
”جی ہاں ! آپ کس سے بتائیں کر رہے تھے؟“ گارڈ
نے کہا۔

"اپنے آپ سے۔ تم جاتے ہو یا کروں فارغِ بھی"

"ن۔ نہیں سر۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔" گارڈ نے گھبرا کر کہا۔ اور خاموش ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے محمود کو گھورا۔ جیسے کہ رہا ہو۔ آپ کی وجہ سے میری ملازمت کو خطرہ پیش آگئی ہے جناب۔

"وہ ایسا کوئی کام نہیں کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں، اندر ان کے ساتھ کوئی موجود ہے۔ اور اس وقت وہ اس کے اشادوں پر ناچ رہے ہیں۔" محمود نے سرگوشی کی۔

"یکن ہم کی کر سکتے ہیں۔ دروازہ کھولنے کے لیے تیار نہیں ہیں وہ۔" گارڈ نے بھی دبی آواز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ آخر ان کی ملاقات ختم ہو جائے گی۔ دروازہ کھلے گا اور وہ جو کوئی بھی ہے۔ باہر آتے گا۔ اس وقت ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔ میونہی سی۔" دونوں نے کندھے اچکا دیے۔

وہ کھڑا رہے۔ اندر باتیں کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ یکن اب آوازیں دبی دبی تھیں۔ اس لیے جملے سمجھے میں نہ آ سکے۔ گھوں گھوں تھر تھر بھی اب

آہستہ ہو چکی تھی۔

وہ انتظار کرتے تھک گئے۔ دروازہ نہ کھلا، انھیں یوں محسوس ہونے لگا۔ جیسے دروازہ نہیں کھلے گا اور دن بیکل آتے گا:

"اب کیا کریں۔ ملاقاتی کو تو جیسے جانے کی بالکل جلدی نہیں ہے۔" محمود نے جھلک کر کہا۔

"صبر۔ فاروق۔ بولا۔"

"یکن کب تک؟"

"جب تک دروازہ نہیں کھل جاتا۔" فرزاد بولی۔

"اچھی بات ہے۔" محمود نے جل کر کہا۔

انتظار ہوتا رہا، ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دروازے کی چٹکی گرانی لگی اور پھر دروازہ کھلا۔ انھوں نے آئی جی صاحب کو باہر آتے دیکھا۔ ان کے پیچے انھیں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ دیکھ سکتے۔ ان کے پیچے کون ہے۔ تڑ سے گرے اور بے ہوش ہو گئے۔

ہوش آیا تو وہیں پڑے تھے۔ آئی جی صاحب کا کمرہ کھل پڑا تھا اور وہ اندر نہیں تھے۔ وہ ہٹر بڑا کر آئئے اور انھیں ادھر ادھر دیکھا۔ پھر گھر کے باقی

افراد کو جگایا گی ، لیکن پورے گھر میں آئی جی صاحب کا کہیں پتا نہ چلا۔ اب تو مارے یحیت کے ان کا بُرا حال ہو گی۔

پھر پولیس کو اطلاع دی گئی۔ تاکہ سارے شر میں ان کی تلاش شروع کی جائے۔ جلد ہی تلاش شروع ہو گئی ، لیکن دن بھنے تک پولیس کو کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر اچانک ایک پیغام ملا۔ فون کرنے والے نے بتایا کہ کھنڈر نما ایک گھر میں ایک بے ہوش انسان پڑا ہے۔ پولیس فوراً ادھر دوڑ پڑی۔ بے ہوش آدمی آئی جی صاحب ثابت ہوئے۔

محمود ، فاروق اور فزانہ کے جمیون میں سننی کی لمبی دوڑنے لگیں۔ یہ معاملہ ان کی سمجھے ہے باہر تھا ، وہ فوراً اس کھنڈر نما مکان تک پہنچے۔ اس کا ہر طرح جائزہ یا ، لیکن وہاں سے پکھ نہ ملا۔ نہ کسی قمر کے نشانات مل سکے۔ اگر وہ پولیس سے پہلے یہاں آ جاتے تو شاید کوئی کام کی چیز مل سکتی۔ آخر دہ واپس پہلے۔ واقعات کی یحیت نایکوں نے ان کے ہوش اڑا دیے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ آئی جی صاحب کے کمرے کا بھی جائزہ نہیں لے سکے تھے۔ اب واپس

پہلے تو پہلا خیال انھیں یہ آیا کہ اب تک آئی جی صاحب کے کمرے کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ جب کہ اس کمرے کا جائزہ یا جانا سب سے اہم کام تھا۔ وہ آئی جی صاحب کی کوئی پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ انھیں تو کھنڈر سے ہی ہسپتال لے جایا گیا ہے۔

" ہم ذرا ان کا کمرہ دکھیں گے " محمود نے کہا۔ ملازم انھیں کمرے تک لے گی۔ رات والے دو دنوں کھارڈ بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ پوری احتیاط سے کمرے میں داخل ہوتے۔ کمرے کے ایک ایک اپنے کو انھوں نے غور سے دیکھا۔ جلد ہی انھوں نے محض کریا کہ کمرے میں رات آئی جی صاحب کے ساتھ کوئی ضرور تھا۔ کیونکہ میز پر چائے کے کپ موجود تھے۔ دو کپ۔ محمود نے اب فنگر پرنٹ کے عملے کو فون کیا۔ ساتھ ہی اکرام کو بھی فون کیا۔

اکرام اور فنگر پرنٹ والے ساتھ ساتھ ہی پہنچے۔ معاملے کا تو انھیں پہلے ہی پتا چل گی تھا۔

" آپ لوگ اس کمرے سے منگلیوں کے نشانات اٹھائیں گے۔ اس میز پر۔ چائے کے کپوں پر۔ اور بھی جس جگہ سے بھی نشان ملے۔ اٹھا لیں۔ "

”ہاں سر۔ آباجان کو تو آپ نے خود ہی کیس
بھیجا ہوا ہے۔ اور اب آپ ہم سے انھی کے بارے
میں پوچھ رہے ہیں۔ ہم نے رات آپ کو فون کر کے
ان کے بارے میں پوچھا تھا تو بھی آپ نے کوئی جواب
نہیں دیا تھا۔“

”میں نے انھیں کیس بھیجا ہوا ہے۔ نہیں تو۔ تم
لوگوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔“

”جی نہیں۔ غلط فہمی نہیں۔ ان باتوں کے گواہ پانچ
ہیں۔ تین ہم۔ اور دو آپ کے گارڈز۔“

”یہ مطلب۔ کن باتوں کے گواہ؟“

”رات آپ کے کمرے میں کون تھا سر؟“

”یہ مطلب؟ وہ زور سے اُچھلے۔“

”سر۔ ہم نے رات آپ کو کسی سے باہم کرتے تھا۔
اس بات کے پانچ گواہ موجود ہیں۔“

”تم بجھ پر صراحت الزام لگا رہے ہو۔“

”آپ اپنے گارڈز سے پوچھ لیں۔“

انھوں نے دونوں کی طرف دیکھا۔ دونوں نے سر
ہلا کر تائید کی۔

”یکن مجھے ایسی کوئی بات یاد نہیں۔“ وہ الجھن کے

”جی بہتر! وہ بولے اور اپنا کام شروع کر دیا۔
پاؤ در چھڑک مگر نشانات اٹھاتے دہے۔ آخر انھوں
نے اپنا کام پورا کر دیا۔“

”ان کی روپورٹ ہمیں کب ملے گی؟“

”ایک گھنٹے تک۔“

”ٹھیک ہے۔ ہم خود ہی روپورٹ لے لیں گے آنکر۔“
اب وہ ہستال پہنچے۔ انھیں بتایا گیا کہ وہ بالکل
ٹھیک ہیں۔ ہوش میں ہیں۔ وہ فوراً ان کے کمرے
میں پہنچے۔ ان پر نظر پڑتے، سی وہ مکرانے:

”اوہ بھئی۔ تمھیں کیسے معلوم ہو گیا۔ اور جیشید کہاں ہیں؟“

”جی!!“ وہ دھک سے رہ گئے۔ آنکھیں چرت اور
خوف سے پھیل گیئیں۔



چند سیکنڈ سکتے کے عالم میں گزد گئے۔ آخر محمود
نے کہا:

”سر۔ یہ آپ نے کیا کہا؟“

”یہ میں نے کچھ غلط کہا؟“

عالم میں بولے۔

"اور نہ ہمارا فون کرنا یاد سے؟"
"نہیں۔"

"اور نہ آپ کو یہ یاد ہے کہ آپ اس کھنڈر میں کس طرح پہنچ گئے تھے؟
باکل نہیں؟"

"تب پھر آپ آدم کریں۔ ارسے ہاں۔ آپ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ ہمارے والد صاحب کو کہاں بھیجا ہے۔ محمود نے کہا۔

باکل نہیں۔ میں نے انھیں کیس بھیجا، ہی نہیں۔
وہ ان کے کمرے سے نکل آئے۔

"یہ۔ یہ۔ سب کیا ہے؟ ایک گارڈ نے کانپ کر کہا۔

"پپ۔ پتا نہیں۔ فاروق بولا۔

"اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟
دھکے کھانے کا۔ فاروق نے فڑا کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلوب یہ کہ اب ہمارے لیے اس کیس میں دھکے کھانے کے سوا اور کیا کام ہو سکتا ہے۔ آپ اپنے گھر

جائیں۔ رات کو آپ کو پھر اپنی ڈیوٹی دینی ہے؟"

"ہاں! وہ تو ہے۔ لیکن پس کی وجہ سے ہمارا بُرا حال ہے۔"

"کوئی بات معلوم ہوئی تو آپ دونوں کو بتا دیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

اب یعنوں گھر کی طرف رواز ہوئے۔

"وہ مارا۔ مجھے ایک بات سوچی ہے۔"

میں اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔" فاروق نے فڑا کہا۔

"کس پر؟"

"اس پر کہ تمہیں ایک بات سوچی ہے۔ اگر اس وقت یک دم دد چار سو یا تیس سو جھجھ جائیں تو میرے اور محمود کے تو پک جاتے کان سن سن کر۔ اب بتاؤ۔ کیا بات سوچی ہے؟"

"ایک تو تم ادھر ادھر کی باتیں بہت کرتے ہو۔" محمود نے بختا کر کہا۔

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" فاروق نے کہا۔

"اس میں مجبوری کہاں سے ٹپک پڑی؟"

"بھی مجبوری کا کیا ہے۔ وہ تو کیس سے بھی ٹپک

مکتی ہے۔

”اب تم سے کون مغز مارے؟ فرزاں جلا اٹھی۔

”تم دونوں ہی مارو گے اور کون مارے گا؟

وہ گھر پہنچے۔ ان کی والدہ باورچی خانے میں تھیں،
تینوں دہیں لگھس گئے:

”ارے ارے۔ کہاں گھے چلے آ رہے ہو۔ بھوک
پکھ نیادہ لگی ہے کیا؟

”جی نہیں۔ آباجان کہاں ہیں؟

”کیوں۔ کیا بات ہے؟ وہ چونک اٹھیں۔

”باتیے نا۔ آباجان کہاں ہیں؟

”فون پر انہوں نے بتایا تھا کہ آئی جی صاحب اپنی
ایک ضروری کام کے سلیے میں شہر سے باہر ایک جگہ
بیٹھ رہے ہیں۔ واپسی میں پکھ دیر لگ جائے گی۔ انہوں
نے جلدی جلدی کہا۔

”انہوں نے خود فون کیا تھا؟

”ہاں بالکل۔ یہ کیا بات کیا ہے؟

”اب آئی جی صاحب کہ رہے ہیں کہ انہوں نے
انھیں نہیں بھیجا۔

”اچھا۔ کمال ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے

وکھلا کر کہا۔

”ہم خود حیران ہیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔
خیر جلدی سے ہمیں کچھ کھانے کو دے دیں۔ کیونکہ پھر
نہ جانے کب کھانا نصیب ہو۔ ہو سکتا ہے۔ ہم آباجان
کی تلاش میں نکل جائیں!

”اچھا۔ بیٹھو۔ ابھی لگاتی ہوں۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ فلگر پرنٹ یکشن پہنچے،
وہاں کے انچارج کے چہرے پر حیرت کے بادہ بیٹھ
رہے تھے۔

”یہ۔ یہ آپ کے چہرے کو کیا ہوا؟ فاروق نے
گھبرا کر کہا۔

”لگ۔ کیوں۔ کیا بات ہے؟ انچارج نے حیران ہو
کر پوچھا۔

”آپ کے چہرے پر سوائے حیرت کے اور کچھ نظر
ہی نہیں آ رہا۔

”اوہ اچھا۔ میں سمجھا۔ یہ لیں، آپ بھی حیران ہو
جائیں۔ یہ کہ اس نے روپرٹ ان کے سامنے رکھ دی۔
وہ روپرٹ پڑھنے لگئے۔ اس میں تصاویر بھی ساتھ
ساتھ موجود تھیں۔ روپرٹ مکمل پڑھتے ہی ان تینوں کے

منہ سے ایک ساتھ نکلا:

”کیا مطلب؟“

”کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں؟“ انچارج نے پوچھا۔

”اس بات کا۔ یہ رپورٹ کہتی ہے کہ وہاں آئی جی
صاحب اور گھر کے دوسرے افراد کی انگلیوں کے نشانات
کے علاوہ بھی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔ لیکن وہ
نشانات کسی انسان کی انگلیوں کے نہیں ہو سکتے۔
یا تو وہ کوئی غیر انسانی مخلوق تھی۔ یا پھر...“

”جی ہاں! یا پھر وہ کسی اور سیارے کی مخلوق تھی؟“

”نہ۔ نہیں۔“ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

”اس یہے کہ اس قسم کے نشانات آج تک کسی
انسان کے نہیں دیکھے گئے۔ نہ جانوروں کے دیکھنے میں آئے،
لہذا ہم کیا کر سکتے ہیں؟“

”سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔
فاروق مُسکرا یا۔“

”بہر حال رپورٹ حاضر ہے۔ جو میرا کام تھا۔ میں
نے کر دیا۔“

”بہت بہت شکریہ۔ کم از کم اس رپورٹ سے ایک
بات ثابت ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ آئی جی صاحب کے

کمرے میں اُس وقت آن کے علاوہ بھی کوئی موجود تھا۔“

”اس میں تو خیر کوئی شک نہیں۔ اور ہاں۔“

”وہ گھون گھون گھرد گھرد کی آواز بھی تو سُنی تھی ہم نے۔“

”وہ اس دوسرے وجود کی آواز تھی۔ اور وہ بھی

کم از کم انسانی آواز نہیں تھی۔“

”بالکل صحیح۔ وہ ضرور غیر انسانی آواز تھی۔ اور اس کا

مطلوب ہے۔ وہ خیز زیمنی مخلوق کی آواز بھی ہو سکتے ہے۔“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ تو کیا ہماری زمین پر کسی دوسرے
سیارے کی کوئی مخلوق اُتر آئی ہے؟“

”اب ذرا یاد کرو۔ فاروق احمد بھٹی کا بیان۔“

اس نے اس سیاہ کار میں کیا دیکھا تھا۔ اس نے جو
مُلیدہ بتایا، وہ بھی غیر زیمنی مخلوق کی طرف اشارہ کرتا
ہے۔ پھر۔ — خود ہم نے اس کار کا شیشہ سرکتے
دیکھا تھا اور اس وجود کی ایک جھلک دیکھی تھی۔

”دوسرے، سی لمحے ہم بے ہوش ہو گئے تھے۔“

”ہاں! بالکل یہی بات ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ
ہمارے اس شہر میں کوئی غیر انسانی مخلوق موجود ہے۔“

اس کے پاس اس سیارے کی کار تک موجود ہے۔

کیا یہ بات بحیرب نہیں۔ کیا کوئی اس بات پر اعتبار کرے

”محود نے جلدی جلدی کہا۔

”فی الحال ذ تو ہمیں کسی سے ذکر کرنے کی ضرورت ہے، نہ یقین دلانے کی۔ ابھی تو خود ہمیں یقین کرنے کی ضرورت ہے۔“

”اصل سوال ہے آبا جان کا۔ آؤ۔ پہلے آئی جی صاحب کا ایک بار پھر جائزہ لے آئیں۔ شاید وہ کچھ بتانے کے قابل ہو گئے ہوں۔“

”وہ آئی جی صاحب کے پاس پہنچے۔ وہ انھیں دیکھ کر مکارے۔“

”ساؤ۔ کیا تیر مار آگئے؟“

”جی بس۔ کوشش کر رہے ہیں۔ ایک بات ثابت ہو چکی ہے سر محود نے کہا۔“

”اور وہ کیا؟“

”آپ پہلے یہ رپورٹ پڑھ لیں۔ یہ آپ کے کمرے کے بارے میں ہے۔“

انھوں نے رپورٹ پڑھ لی، پھر بولے:

”یہ۔ یہ کیا۔ اس رپورٹ سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کل رات میرے کمرے میں کوئی موجود تھا اور کم از کم وہ کوئی انسان نہیں تھا۔“

”جی ہاں! اور یہی ہم پانچوں کا بیان ہے۔“ محود نے کہا۔

”لیکن پھر مجھے کچھ کیوں یاد نہیں؟“

”اس کا جواب بھی ہمارے پاس ہے۔“

”اور وہ کیا؟“

”محود نے انھیں فاروق احمد بھٹی والا واقعہ سنایا اور آخر میں بولا:

”اب دیکھیے۔ فاروق احمد بھٹی کو اس کار کے بارے میں کچھ بھی تو یاد نہیں ہے۔“

”یہ واقعی حد درجے عجیب بات ہے۔“

”دونوں واقعات میں ایک غیرزمینی وجود سامنے آتا ہے۔“

”تب پھر...“

”آپ ہمیں صرف یہ بتا دیں کہ آپ نے آبا جان کو کہاں بھیجا ہے؟“

”افوس! میں نے۔ اوه ہاں۔ اب یہ بات میں کر سکتا ہوں۔ جس طرح میں اپنے کمرے میں ہونے والے واقعے۔ یعنی اس غیر انسانی وجود سے ملاقات کا حال بالکل بھول چکا ہوں۔ شاید اسی قسم کے لمحات میں، میں نے انپکٹر جمیڈ کو کہیں جانے کی ہدایات دی

ہوں گی اور میں وہ بھی ساتھ ہی بھول گی ہوں۔"

"جی ہاں ! بالکل یہی بات ہے - اب آپ نے درست نتیجہ نکالا ہے۔"

"یکن اس نتیجے کے بعد تو ہماری پریشانیاں اور بڑی گئی ہیں - آخر اب ہم کیا کریں؟"

انپکٹر جھیٹ کی واپسی کا انتظار - ظاہر ہے۔ وہ دہلی کب تک رکیں گے۔ آئی جی صاحب بولے۔

"اچھی بات ہے۔ یونہی سی۔"

دہلی سے رخصت ہو کر وہ فاروق احمد بھٹی کے پاس آئے :

"آپ کو کوئی بات یاد آئی؟"

"نہیں - بالکل نہیں۔"

"ہوں ! خیر۔ یاد کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جوہی کوئی بات یاد آئے۔ اس نمبر پر فون کریں، اگر ہم نہ ہوں تو پیغام نوٹ کرو دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ اس نے فوراً کہا۔

"اچھا تو ہم چلتے ہیں۔"

فاروق احمد بھٹی انھیں رخصت کرنے دروازے تک آیا۔ بے خالی میں اس نے اپنا ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈال

یا - اچانک اس کے منہ سے حیرت زده سی آواز نکلی :

"آہا - یہ کیا ہے میری جیب میں۔"

اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف دوڑ گئے -

نینوں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا بات ہے - کیا ہے آپ کی جیب میں؟"

اس نے کوئی جواب نہ دیا - ہاتھ آہستہ آہستہ جیب سے باہر نکلا۔ جوہی اس کا ہاتھ جیب سے باہر نکلا، وہ حیرت زده رہ گئے۔

ان کی آنکھیں چھٹی کی پھٹی اور منہ کٹھے کے کٹھے رہ گئے۔

خوں خوں... خال خال

وہ چیز ماچس کی ڈیبا جتنی تھی ۔ اس کا رنگ سیاہ تھا ، اس میں بے شمار پنیں لگی ہوئی تھیں ۔ اس میں سے کمکھتوں بیسی بھینختا ہٹ خارج ہو رہی تھی ۔ فاروق احمد بھٹی نے مارے خوف کے اس کو ہاتھ سے گرا دیا ۔ لیکن محمود نے اس چیز کو زمین پر گرنے سے پہلے ، ہی پیچ کر لیا ۔ چند سیکنڈ ٹک دہ اس چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا ، پھر فاروق کی طرف بڑھا دی ، اس نے بھی دیکھنے کے بعد فرزانہ کو دے دی ۔

کیا یہ چیز آپ کو پہلی بار جیب میں محسوس ہوئی ہے ؟ ” محمود نے پوچھا ۔

” ہاں ! یکن شاید ۔ اس وقت سے میں نے جیب میں ہاتھ ابھی ڈالا تھا ۔ ”

” گویا آپ کو نہیں معلوم ، یہ چیز کس طرح آپ کی
جب میں آتی ؟ ”

” جی نہیں ۔ بالکل نہیں ۔ اس نے فردًا کہا ۔ ”

” ہم اس چیز کو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں ، تاکہ معلوم
کر سکیں ۔ یہ کیا ہے اور آپ کی جیب میں اس کو
یکون ڈالا گیا ہے ۔ ”

” جی بہتر ! آپ شوق سے اس کو اپنے پاس رکھ
سکتے ہیں ۔ ”

محمود نے وہ چیز فرزانہ سے لے کر اپنی جیب میں رکھ
لی ۔ اب یعنوں تجربہ گاہ پہنچے ۔ پروفیسر داؤڈ نے سوالیہ
نظرؤں سے ان کی طرف دیکھا :

” کیا کر آتے ؟ ”

” مزید ملجمضیں مولے آتے ہیں ۔ ”

” کیا مطلب ؟ ”

محمود نے ڈیبا نکال کر ان کی طرف بڑھا دی ۔
انھوں نے بھی اس کو حیرت بھری نظرؤں سے دیکھا ، پھر
جلدی سے بولے :

” یہ تو کوئی خاص چیز محسوس ہوتی ہے ۔ میں ابھی اس
کو چیک کرتا ہوں ۔ ”

”ٹوں کا ساں کا۔“

”یہاں کہاں۔ وہاں کہاں۔“ فرزاد نے بوکھلا کر کہا۔

”اے میٹھا کو۔“

”تم کیوں ہو گئے چالو۔ کون ہو تم۔ سیدھی طرح
بات کرو۔ ہمیں مریخ کی زبان نہیں آتی۔“

”حریت؟ دوسری طرف سے سوالیہ انداز میں کہا گی۔“

”حریت نہیں۔ مریخ۔ یہ تم مریخ کی اولاد ہو۔
م۔ میرا مطلب ہے، یہ تم مریخ کی مخلوق ہو؟“

”ٹھونگ ٹھونگ۔“

”کیا مچانی ہے تم نے ہٹر بونگ۔ دماغ نہ چالو۔
اگر تم وہی مخلوق ہو۔ جو اس شہر میں اس وقت تک
کافی خوف دہرا س پھیلا چکی ہے۔ تو ہمارے سامنے
آگر بات کرو۔ چھٹی کا دودھ نہ یاد دلا دیا تو نام نہیں۔“
”یکن جھن۔ اے کیا پتا۔ چھٹی کا دودھ کیا ہوتا
ہے؟ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔“

”ڈبل شبل۔“

”سردی لگ دہی ہے شاید۔ کبیں کو شبل کر رہے
ہونا۔“ فرزاد نے سمجھ جانے والے انداز میں کہا۔
اسی وقت دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

یہ کر کر دو، اپنے کرہ خاص میں چلے گئے۔ ٹینون باہر
بیٹھے رہ گئے۔ میں اس وقت فون کی ٹھنڈی بجی۔ محمود نے
ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ایک عجیب و غریب
آواز سنائی دی :

”خوں خوں۔ خاں خاں۔“

”ہوں ہوں۔ ہاں ہاں۔“ محمود اسی کے انداز میں کہا۔

”یہ تم نے کیا کہا؟“ فرزاد نے حیران ہو کر کہا۔ فاروق
بھی چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ارٹا میٹھا۔“

”کھٹا میٹھا۔“ محمود نے کہا۔

”یہ تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کرنے لگے۔ لاو۔
ریسیور مجھے دو۔ میں دیکھتا ہوں۔ کون ہے۔ دماغ
نہ درست کر دیا تو فاروق نام نہیں۔“ یہ کہتے ہی فاروق
نے ریسیور ہاتھ سے لے لیا۔ فوراً ہی اس کے کالوں
سے عجیب پھنسی پھنسی سی آواز مکرائی :

”جموٹانگ شراب۔“

”جٹ دا کھڑاک۔“ فاروق نے جلدی سے کہا۔

”اب تھیں کیا ہوا۔ لاو۔ ریسیور مجھے دو۔“ فرزاد نے
تلہ کر کہا۔ فوراً ہی اس نے سنا :

اُف میرے مالک۔ یہ سب کیا ہے؟
 کیا ہے؟ انھوں نے پروفیر داؤڈ کی آواز سنی۔
 اوه آپ۔ کیا رہا اس کا؟ محمود نے چونک کروچا۔
 پہلے تم بتا۔ کس کا فون تھا؟
 شاید اسی مخلوق کا۔
 فن۔ نہیں۔ وہ حیرت زده رہ گئے۔
 کیوں انکل۔ کیا آپ کے خیال میں وہ مخلوق جو
 کار چلا سکتی ہے۔ ہمارے اس شہر میں بحیب و غریب
 وارداتیں کر سکتی ہے، فون نہیں کر سکتی؟
 پپ۔ پتا نہیں۔ کر سکتی ہے یا نہیں۔ وہ کہ
 کیا رہی تھی؟
 ڈبل شبیل۔ فرزانہ نے کہا۔
 کیا مطلب؟ وہ پوچنے۔
 اور اس نے کہا تھا، مٹونگ شٹونگ۔
 یہ کیا بات، ہوئی؟
 اے میٹ ٹاکو۔ اس نے کہا۔
 دماغ تو نہیں چل گیا۔ کی کہ رہے ہو۔
 اس مخلوق کے فون پر کہے گئے الفاظ سننا رہی ہوں۔
 اوه اچا۔ کمال ہے۔

اور بجھ سے اس نے کہا۔ جھولانگ شڑاپ۔
 اور بجھ سے۔ ارٹا میٹا۔ اور خون خون۔ خال خال
 کہا تھا۔
 یہ سب الفاظ نوٹ کرو۔ زبانوں کے ماہر کو
 دکھائیں گے۔ پروفیر داؤڈ بولے۔
 یکن انکل۔ کسی دوسرے سیدے کی زبان ہماری
 زمیں کا زبانوں کا ماہر کس طرح بجھ سکتا ہے۔ فاروق
 نے من بنایا۔
 بصیر نوٹ کر لیتے ہیں اور دکھادینے میں کیا
 حرج ہے۔ وہ بولے۔
 آپ صحیک کہتے ہیں انکل۔
 شکریہ۔ اب فرمائیے۔ اس آئے کے بارے
 میں کیا بات معلوم ہوئی؟
 ابھی میں اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا،
 دیسے وہ ہے کوئی بست ہی خاص چیز۔
 تب پھر آپ جلد از جلد پتا لگانے کی کوشش کریں،
 یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے لیے نقصان دہ
 ثابت ہو۔
 لام! اس کا امکان بھی ہے۔ میں فون پر باتیں

انھوں نے پروفیسر داؤڈ کے نام چٹ لکھی اور دہلی سے روانہ ہو گئے۔ خان رحمن کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے دستک دی۔ ساتھ ہی تیز دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ جو نہیں دروازہ کھلا۔ انھیں ظہور کی صورت دکھائی دی۔ اس کی صورت پر زلزلے کے آثار تھے:

"خیریت تو ہے ظہور انکل؟"

"خیریت اور ہمارے لیے۔ ہو، ہی نہیں سکتا۔ ظہور نے چلا کر کہا۔

"ہوا کیا؟"

"ہونا کیا تھا۔ ان کے سوٹ پر استری کر رہا تھا کہ بیگم نے آواز دی۔ اجی ذرا ہانڈی کو بھی دیکھ لیجئے۔ میں پکڑے پھیلا رہی ہوں۔ کہیں جل نہ جائے۔ یہ سن کر میں نے ہنک لگائی۔ اگر سوٹ جل گی ہانڈی کو بچانے کے چکر میں۔ اس پر بیگم بولی۔ تو استری ایک طرف رکھ کر باورچی خانے میں جائیں نا۔"

تب پھر سوٹ کس طرح بھے گا۔ انعام کس طرح ملے گا۔ میں نے کہا۔

میرے یہ الفاظ خان صاحب نے سن لیے۔ ان کا

کرنے کی آواز سن کر باہر آگیا تھا کہ شاید کوئی اہم بات ہو۔

"اس وقت اس آئے سے زیادہ اہم بات اور کیا ہو سکتی ہے انکل۔ مارے بے چینی کے ہمارا بُرا حال ہے۔ بس آپ جلدی کریں۔"

وہ پھر اس کرے میں چلے گئے۔ اور دروازہ اندر سے بند کریا تھا۔ اس خاص کرے میں ان کے بہوا کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ دہلی فون بھی نہیں رکھا گیا تھا۔ "آبا جان کی کمی، ہمیں اب شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔" محمود بڑھ رہا۔

"ہاں! یہی بات ہے، لیکن ہم کہہ کیا سکتے ہیں۔" "انکل خان رحمن کو تو بلا، ہی سکتے ہیں۔ کچھ تو کمی کا احساس کم ہو گا۔ فرزانہ بول آٹھی۔"

"کمی کا احساس کم ہو گا۔ بھی واہ۔ میرے خیال میں ضرور ہو گا۔ ٹھہر دے۔ میں فون کرتا ہوں۔"

"فون کرنے کی بجائے۔ کیوں نہ ہم خود انھیں لے گئیں۔ ذرا باقی لوگوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔" فرزانہ بولی۔

"یہ زیادہ مناسب رہے گا۔"

غھنہ آسمان سے پائیں کرنے لگا۔ فرما دھاڑے۔
ادھر آؤ میرے کمرے میں۔ میں ان کے کمرے میں
گی۔ تو پھرہ بالکل تپ رہا تھا۔ پہلی کالگ رہا
تھا۔ چیخ کر دوئے۔ اب پتا چلا۔ تم سوٹ کیوں
جلاتے ہو اور سلسلی ہانڈیاں کیوں جلاتی ہے۔ تاکہ میں
تم دونوں کو سزا دوں۔ اور سزا کے بعد ترس کھا کر
بھاری بھر کم انعام دوں۔ آج میں نے آخر کار تھاری
سازش پکڑ لی۔ اور کیوں نہ پکڑتا۔ آخر میں انپکڑ جسید
کا دوست ہوں۔ مسراع رسانی کے پچھے جراحتم تو میرے
اندھی آہی پچکے ہیں۔

یہ کہ کر ظہور خاموش ہو گی اور بُرے بُرے منز
بنانے لگا۔

”پھر کیا ہوا؟“
”ہونا کیا تھا۔ انھوں نے اعلان کر دیا۔ کہ اب
چاہے، جتنے جی چاہے، سوٹ جلاو۔ جتنی جی چاہے،
ہانڈیاں جلاو۔ نہ کان پکڑوانے کی سزا ملے گی۔
دھوپ میں کھڑا کرنے کی۔“

”تو پھر کیا ملے گا؟“
بس صرف تھواہ۔ غلام نے من بنایا۔

”سی مطلب۔ وہ چونکے۔ ساتھ میں مُسکراتے بھی۔
یہ آپ مُسکرا کیوں رہے ہیں۔ موقع تو حیرت
کا ہے۔“
”ہم حیران بھی ہو رہے ہیں۔ لکھ کر دیں۔ مطلب
یہ کہ انھوں نے اب آپ دونوں کو سزا دینے کا
پروگرام ختم کر دیا ہے۔“
”ہاں! یہی کہا جا سکتا ہے۔ لہذا جب سزا نہیں
ملے گی تو انعام کس طرح ملے گا۔ گویا اب صرف اور
صرت تھواہ پر گزر بسر کرنا ہو گی۔“
”یکن اس میں رو نے کی کیا بات ہے؟“
”میں رو صرف اس لیے رہا ہوں۔ کہ سزا سے
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا گیا ہوں۔ اب کون
بھے سے کہا کرے گا۔ چلو ظہور۔ پکڑ لو کان۔“
”یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں ظہور انکل؟“
”م۔ میں۔ ٹھیک کر رہا ہوں۔ اس سزا کے
 بغیر تو میں یہاں جی بھی نہیں سکتا۔ میں توبے موت
مر جاؤں گا۔ جی ہاں! اس نے کہا اور زور زور سے
رو نے لگا۔ وہ حیران رہ گئے۔ یہ انھوں نے ظہور
کا بالکل نیا روپ دیکھا تھا۔“

" یہ — یہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟ مسعود نے گھبرا کر کہا۔
" میں — آپ کو نظر نہیں آتا — میں رو رہا ہوں:
اس نے جھلک کر کہا۔

" یہ باہر سے کس کے رونے کی آداز آ رہی ہے ؟
اندر سے خان رحمان کی آداز سنائی دی۔

" یہ، ہم ہیں انکل: فاروق بولا۔

" ہمیں فاروق تم — لیکن تمہیں رونے کی کیا ضرورت
پیش آگئی ؟

" ہم نہیں — ظہور انکل رو رہے ہیں۔"

" تو ظہور کو رونے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ ان کی
آداز سنائی دی — ساتھ ہی وہ ان کے سامنے آگئے:

" ارے ارے ! یہ تو واقعی رو رہا ہے۔ کیا ہوا اے ؟
آپ نے سزا کا خاتمہ کر دیا ہے نا۔ بس اس یہے ؟

" تو یہ تو خوش ہونے کی بات ہے ؟
ان کے لیے نہیں — یہ اس سزا کے بغیر خوش
نہیں رہ سکتے۔ بلکہ زندہ نہیں رہ سکتے۔"

" اگر یہ بات ہے تو میں ہزار بار سزا دینے کے
لیے تیار ہوں۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

" پنج خان صاحب ؟

" مجھے جھوٹ بولتے دیکھا ہے کبھی۔" انھوں نے آنکھیں
نکال کر کہا۔

" دیکھا تو نہیں۔" ظہور نے جلدی سے کہا۔

" تو بس پھر خوش ہو جاؤ — لمبی چھوڑی سزا میں بھگتے
کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

" بہت بہت شکریہ فان صاحب۔" اس نے کہا اور
اندر کی طرف دوڑ گیا۔

" آپ کو معلوم بھی ہے انکل۔ یہ سزا کے بغیر
کیوں نہیں رہ سکتے ؟

" عادی ہو گیا ہے۔ اور کیا ؟

" یہ بات تو خیر ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایک
بات ہے۔"

" اوہ ہو۔ اچھا۔ وہ کیا۔ ذرا میں بھی تو سُنوں۔"

" وہ یہ کہ سزا کے بعد آپ ان دونوں کو الفعام بھی
دیتے ہیں۔ ان انعامات کے بغیر ان کا گزارا نہیں۔
مسعود نے جلدی جلدی کہا۔

" اوہ۔ اوہ۔" خان رحمان حیران رہ گئے۔ چھر مکرا
کر بولے :

" اچھی بات ہے۔ اب میں پہلے سے زیادہ انعام دیا

کروں گا۔ آؤ اندر چلیں۔

"اندر جانے کا نہیں انکل، باہر جانے کا وقت ہے۔"

"باہر کھاں؟"

"فی الحال تو ہم تجربہ گاہ جا رہے ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے، یہ باہر جانا لمبا ہو جائے۔"

"لمبا ہو جائے۔ یعنی ہو سکتا ہے۔ ہم کیس دُور انکل جائیں۔ انھوں نے گھبرا کر کہا۔"

"اگر آپ کو کیس دُور جانے کے خیال سے گھبراہٹ ہو رہی ہے تو ہم معافی چاہتے ہیں۔ اگر آپ ہمارا ساتھ دینا نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔"

"اب معافی چاہئے سے کیا ہو سکتا ہے؟"

"جی۔ کیا مطلب؟"

"جب میں ساتھ جاتے بغیر دہ نہیں سکتا تو معافی کس بات کی۔ دراصل مجھے اپنی سونے کی کافیوں کے معائنے کے لیے جانا تھا، لیکن یہ معائنہ تو بعد میں ہو جائے گا۔ پہلے تم بتاؤ۔ کیا معاملہ ہے؟"

"معاملہ بہت سیگن ہے۔"

"غیر سیگن معاملات تھارے حصے میں آتے ہیں کب ہیں۔ خان رحمن مکارے۔"

"ہم اسی وقت پر و فیر انکل کے ہاں جا رہے ہیں۔"

"راستے میں آپ کو تفصیلات بتائیں گے۔"

"تو پھر چلو۔ انھوں نے کہا، پھر چونک کر بولے۔"

"ارے ہاں۔ جھیڈ کھاں ہے۔"

"افوس! ہم نہیں جانتے۔ انھیں آئی جی صاحب نے کہیں بھیجا ہے۔"

"کیا مطلب۔ تو کیا وہ یہ بتانے کے لیے تیار نہیں کہ انھوں نے جھیڈ کو کھاں بھیجا ہے۔"

"یہ بات بھی نہیں انکل۔"

"تو پھر تم مجھے وہ بات کیوں نہیں بتا دیتے۔ جو کہ ہے۔ انھوں نے تنگ آ کر کہا۔"

"مُن لیجھیے۔ وہ بات یہ ہے کہ آئی جی صاحب کو بھی معلوم نہیں کہ انھوں نے ابا جان کو کھاں بھیجا ہے۔ محمود نے کہا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"پتا نہیں۔ ہم خود یخزان ہیں کہ یہ کیا بات ہوئی۔"

"یاد تم نے میرا ذہن الْجھا کر دکھ دیا۔"

"اس میں ہم کیا نکتے ہیں انکل، خود ہمارے ذہن الْجھے ہوئے ہیں۔"

پاس یہ آکھا - دوسری طرف کے لوگ اس سے بات
چیت کرنا چاہتے ہوں - لیکن اس طرف سے جب کوئی
جواب نہ ملا تو بات چیت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔
” ہوں ! گویا وہ آلم ہمارے کام کا نہیں - کیونکہ
ہم تو ان کی بات چیت سمجھ، ہی نہیں سکتے۔ ” محمود بولا۔
” پتا نہیں ، فی الحال وہ ہمارے کام کا ہے یا
نہیں - لیکن اتنا ضرور ہے کہ کام کا ثابت ہو سکتا ہے۔
میں اس وقت اندر سے تیز آوازیں سنائی دیں -

کوشش

آج انھیں اس آواز کی وجہ سے پروفیسر داؤڈ کے
اس خاص کمرے میں داخل ہونا پڑا۔ جس میں ان
کے علاوہ کوئی نہیں جاتا تھا۔ انھوں نے دیکھا۔ اس آئے
میں سے بہت تیز قسم کی آواز انکل رہی تھی۔ آئے میں
تھر تھر اہٹ وہ صاف دیکھ سکتے تھے:
” انکل ! مربانی فرمائ کر ان آوازوں کو بھی ریکارڈ
کر لیں۔ ”

” اچھا - چھا۔ ” انھوں نے کہا اور ٹیپ ریکارڈ کو آن
کر دیا۔

آوازیں پورے کمرے میں دھمک پیدا کر رہی تھیں۔
عجیب و غریب آوازیں - جیسے کوئی بھاری بھر کم آواز میں
تقریر کر رہا ہو - اور ایک بڑا هجھ اس تقریر کو
سن رہا ہو۔

"کاش! ہم یہ زبان سمجھتے۔" فاروق بڑا یا۔

"اگر یہ زبان ہے، ہی زمین سے باہر کی، تو یہاں کون سمجھ سکے گا اس کو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"پھر بھی ہم انکل گردیزی کے پاس جائیں گے ضرور۔" پندرہ منٹ تک آواز گونجتی رہی، پھر خاموشی چاگئی۔ انھوں نے ٹیپ ریکارڈر آن کر کے دیکھا۔ آوازیں ریکارڈ ہو چکی تھیں۔ انھوں نے کیٹ نکال اور جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

"میں بھی ساتھ چلوں؟" خان رحمان بولے۔

"آپ نہیں رہیں۔ ان حالات میں پروفیسر انکل کو یہاں تھنا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"یہ تم کی کہ رہے ہو۔ تجوہ بگاہ کے ارد گرد ملٹری موجود ہے۔ اندر بھی میرا سارا عملہ موجود ہے۔ مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟"

"آپ نہیں جانتے۔ خطرہ موجود ہے۔" فراز نے فوراً کہا۔

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں ٹھہر جاتا ہوں۔" دیے بھی تم صرف مختلف زبانوں کو سمجھنے کے باہر کے پاس جا رہے ہو۔ میں ساتھ جا کر کیا کروں گا۔"

خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک۔" یعنوں ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ باہر نکل کر اپنی کار میں بیٹھ گئے،

جلد ہی انکل گردیزی کے پاس بیٹھے تھے۔

"کوئی مسئلہ درپیش آگیا شاید۔" گردیزی نے مُکرا کر کہا۔

"ہاں انکل۔ آپ کو چند آوازیں سناتے ہیں۔ ان کا ترجیح تو کر دیں۔"

"یہ کیا مشکل کام ہے؟" وہ بولے۔

انھوں نے کیٹ ٹیپ ریکارڈر میں لگا دی۔ پہلے وہ آوازیں گونجیں۔ جو پروفیسر داد د نے ان کی عدم موجودگی میں سُنبھل تھیں۔ پھر وہ بلند آواز سناتی دینے لگی۔ گردیزی کے چہرے پر ایک دنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔

"اُف! میرے ماں۔ یہ کون کی زبان ہے؟"

"تو یہ آپ کے لیے بھی ابھی ہے؟"

"منو بھی۔ میں دُنیا بھر میں بولی جانے والی تمام زبانیں توجہ نہیں۔ ان میں سے زیادہ تو کو جانتا ہوں۔ یہکن جو زبانیں میں نہیں جانتا، ان کے بارے

بلکہ ہمارے ملک پر وہ مخلوقی حملہ آور ہو جائے اور
ہم پچھے نہ کر سکیں۔
” حالات بتا رہے ہیں - ہم پھر بھی نہیں کر سکیں
گے۔ محمود نے کہا۔

” یہ - یہ آپ نے کہا ہے۔ جنہوں نے بھی ہمت
ہارنا نہیں سیکھا۔

” یہ معاملہ ہمت کی ہماری بحیث کا نہیں ہے۔

” تو پھر - یہ معاملہ کس کا ہے؟

” حالات کا - جس سیارے کی وہ مخلوق ہے۔
اگر وہ سیارہ سائنس کی ترقی میں ہماری زمین سے
یکڑوں سال آگے ہوا تو ہم اس مخلوق کا کیا بلکاڑ
سکیں گے؟

” ہوں ! بات تو صحیح ہے۔ اور اگر بات یہی ہو
تو پھر تباہی اور بریادی کے لیے تیار ہو جائیں۔
” کل کے اخبارات میں اس سے میں ساری تفصیل
شائع ہو جائے گی۔ آپ اس کا مطالعہ کر کے فون کیجیے
گا کہ آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟

” اچھی بات ہے۔ گردیزی نے کہا۔

” اور پھر وہ دہان سے بکل آئے۔

” میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ کس ملک کی ہے۔

” گویا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ زبان دنیا کے
کسی ملک میں نہیں بولی جاتی۔

” ہاں ! بالکل یہی بات ہے۔

” تب پھر اس کے سوا پچھے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ زبان
کسی دوسرے سیارے کی مخلوق کی ہے۔ اور اس مخلوق
کو یہاں دیکھا جا چکا ہے۔ اس کی کار کو بھی دیکھا
جا چکا ہے۔

” اُف ماں - یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟

” اور ہم کس قسم کی باتیں کریں؟

” تو کیا واقعی ہمارے شہر میں کسی سیارے کی
مخلوق اُتر چکی ہے؟

” ہاں ! اس میں اب کوئی شک نہیں رہ گی۔

” یکن - وہ مخلوق اپنی کار سمیت آخر شہر میں کسی
طرح آگئی - مہا میں سے۔ سمندر کے راستے - یا
خشکی کے راستے - اس کے آنے کا علم کسی کو یہوں نہ
ہو سکا۔

” اس پہلو پر ہمیں ابھی غور کرنا ہے۔

” تو پھر جلد خود کریں - ایسا نہ ہو، ہمارے شہر

خود نے ان کے نہر ملائے اور سدھے پر بولا:
”اسلامُ علیکم انگل۔ آپ کو یاد آیا یا نہیں کہ آپ
نے اب آجان کو کہاں بھجا ہے؟“
”افسوس! ابھی تک کچھ یاد نہیں آیا۔“
”اوہ اچھا۔ جوئی یاد آئے۔ آپ ہمیں بتا
دیجیے گا۔“

”ضرور بتا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔ وہ بولے۔
اب انھوں نے فاروق احمد بھٹی کے گھر فون کی،
اس کی بیوی نے فون کا رسیور اٹھایا۔ ان کے نام سن
کر وہ بولی:

”جی فرمائیے۔ کیا بات ہے؟“
”بھٹی صاحب سے بات کرا دیں۔“
”افسوس! میں بات نہیں کر سکتی۔“

”کیوں۔ کیا ہوا؟“

”وہ غائب ہیں۔ اس نے کہا۔“

”بچا کرنا۔ فاروق احمد بھٹی غائب ہیں؟“

”ہیں! آپ کے جانے کے بعد وہ اچانک اپنے
کرنے سے غائب ہو گئے۔“
”مطلوب یہ کہ دروازہ کھول کر نہ جانے کہاں“

”سب سے خوفناک سوال۔ اب آجان کہاں ہیں۔ اب آ
جان کی گم شدگی میں کیا اس مخلوق کا ہاتھ ہے؟“
”آئی جی صاحب کو اگر مخلوق نے حکم دیا تھا اور
اس کے حکم پر ہی انھوں نے اب آجان کو ہدایت دی
تھی۔ تب تو یہی کہا جائے گا کہ ان کی گم شدگی میں
اس مخلوق کا ہاتھ ہے؟“ فرزان نے جلدی جلدی کہا۔

”یکن یہ بات حق سے نہیں اترتی۔ بخلاف کسی دوسرے
سیارے کی مخلوق کو ہمارے اب آجان کے بارے میں
کیا معلوم۔ اور اگر یہاں آ کر اس نے معلوم کیا ہے
تو بھی اسے اب آجان سے ڈرنے کی کیا ضرورت۔“

”یہ سمجھی باتیں عجیب ہیں۔ اور جب تک اب آجان
نہیں آ جاتے۔ اس وقت تک ہم شاید اس معاملے
میں کچھ بھی نہیں کر سکتے۔“

”ہوں! انھیں کہاں سے لایا جاتے۔ کس طرح
لایا جائے؟“

”شاید آئی جی صاحب کی یادداشت واپس آ گئی
ہو۔ میرا مطلب ہے۔ شاید ان کا دماغ کام کرنے
لگ گیا ہو۔ کیوں نہ فون کر کے پوچھ یہاں جائے۔“
”ہاں! ٹھیک ہے۔“

چلے گئے۔ محمود جلدی سے بولا۔

"جی نہیں۔ انھوں نے دروازہ نہیں کھولा۔ پھر بھی غائب ہو گئے۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اُم کر دیکھ لیں، مجھے بھی ابھی ابھی یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کمرے کا دروازہ بند ہے اور وہ اس میں نہیں ہیں۔ اس نے کہا۔"

"ہم آ رہے ہیں، یہ چیز کو ہاتھ ن لگائیے گا۔" محمود نے گھبرا کر کہا، پھر جلدی سے رسید و گھٹ کر اُٹھ کھڑا ہوا:

"اوہ بھی چلیں۔ یہ کیس تو شاید ہمیں پہنچنا دے کر چھوڑے گا۔"

"شکر کریں گے، اگر یہ اس صورت میں چھوڑ دے فاروق مسکرا یا۔"

"اب فاروق احمد بھٹی صاحب اپنے کمرے سے غائب ہیں۔ مطلب یہ کہ دروازہ اندر سے بند ہے اور وہ اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"کیا کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" دونوں نے ایک ساتھ چلا کر کہا۔

جلد ہی وہ فاروق احمد بھٹی کے ہاں پہنچ گئے۔ ان کی سیکم بے تباہ انداز میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ آواز سن کر اس نے فوراً دروازہ کھول دیا:

"آئیے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ یہ جیسے۔ وہ اپنے کمرے میں تھے۔ مجھ سے کہنے لگے۔ سیکم میں دروازہ بند کر کے کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ تم ذرا باہر چلی جاؤ، میں باہر نکل آئی۔ انھوں نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر ایک گھنٹا گزر گی۔ نہ ان کی آواز سنائی دی، نہ دروازہ کھلا۔ میں نے سوچا۔ کہیں سوچتے سوچتے سو نہ جائیں۔ ابھی انھوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ لہذا دستک دی۔ اندر سے جواب د ملا۔ پھر باقاعدہ دروازہ پیٹا۔ یہ کہ ان کی آواز سنائی نہ دی۔ اب تو میں گھرا گئی۔ دروازے میں بکونی جھری نہیں ہے۔ لہذا چارپائی کھڑی کر کے روشن دان سے اندر جی نکاء، کمرہ خالی نظر آیا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ خود بتائیں۔" محمود نے کہا۔ "میں کی کہ سکتی ہوں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اور میں کیوں بتاؤں۔ سراغِ رسان آپ ہیں، آپ بتادیں تا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ادہ ہاں واقعی - ہم بھی کچھ نہیں بت سکتے اور آپ بھی - لیکن ہم غور کر سکتے ہیں - اپنی عقل رڑا سکتے ہیں ان کاموں سے پہلے یہ دروازہ توڑنا پڑے گا:

"توڑ دیں - میں تو صرف آپ کی وجہ سے رُک گئی تھی - درز پڑویں کو بُلا کر کب کا تڑوا پچھی تھی:

"یہ اور اچھا ہوا کہ آپ نے پڑویں کو نہیں بلوایا، درز اور خوف د ہراس پھیل جاتا۔"

"اللہ اپنا دھم فرماتے۔"

کوئی سمجھی نہیں تھے۔ کہ روشن دان سے نکل گئے ہوں گے، روشن دان میں بھی دو سلاخیں لگی ہوتی تھیں - اس میں سے نکلا بھی ممکن نہیں تھا۔ اگر ان دونوں سلاخوں کو نکال دیا جاتا تو بھی کسی صحت مند آدمی کے لیے باہر نکلا ممکن نہیں تھا۔ ہاں کوئی پسلا دبلا آدمی ضرور نکل سکتا تھا۔

"اُن میرے اللہ - یہ کیسے ممکن ہے۔ ایک جیتا جاگ انسان بند کمرے سے غائب ہو جائے۔ کیا وہ ہوا میں تھیں ہو گئے؟ بیگم فاروق بولیں۔

"آپ حوصلے سے کام لیں۔ آپ کے مکان کے نیچے کوئی تھانہ تو نہیں ہے؟

"تھانہ - نہیں تو۔ یہاں تھانے کا کیا کام؟

"یہ مکان آپ کا اپنا ہے؟

"جی ہاں! ہمارا اپنا ہے۔ فاروق صاحب کا آبائی مکان ہے۔" بیگم فاروق نے کہا۔

اب انھوں نے کمرے کے فرش کا جائزہ لیا۔ دیواروں کو دیکھا۔ آتش دان کو دیکھا۔ بیگم فاروق جرا تھیں لگڑوہ کی کر رہے ہیں۔ پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد آخر انھوں نے جان یا کہ اس کمرے کے نیچے کوئی تھانہ نہیں ہے۔ نہ کوئی خینہ راستا ہے۔

” اس کا مطلب ہے۔ فاروق احمد بھٹی کو غائب کر دیا
گیا ہے۔ ”
” یکن کیسے؟ ”

” اب میں یہ کہنے پر مجبود ہوں۔ کہ یہ کام اسی
غیرزمیں مخلوق کا ہے۔ ”
” نن۔ نہیں۔ وہ ایک ساتھ ہوئے۔ ”

” درد پھر اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔ ”

” ہوں۔ یہ واقعہ بھی بہرحال عجیب ترین ہے۔ پولیس
میں رپورٹ بھی درج کرانا پڑے گی۔ ”

” محمود نے دہان کے پولیس اسٹیشن نے نمبر ملائے اور
پتا نہ کر دیا۔ تھوڑی در بعد ایک سب انپکٹر چند
کائنٹبلوں کے ساتھ پہنچ گی۔ جب انھیں واردات کے
بارے میں بتایا گیا تو ان کے مز کھل گئے۔ بہرحال وہ
رپورٹ درج کرنے کے بعد جمعے گئے۔ ”

” ہم انھیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ
واقعہ عجیب ترین ہے۔ ہم آپ کو کوئی زیادہ امید بھی
نہیں دلا سکتے۔ ”

” میں۔ میں کبھی ہوں۔ ” بیگم فاروق نے روئے ہوئے کہ
اور وہ دل پر بھاری بوجھ یہے دہان سے پلے آئے۔ ”

” ذہن کام نہیں کر رہا۔ اس واقعے کو ہم پروفیسر انکل
کے سامنے رکھتے ہیں۔ ”
” شیک ہے۔ ”

” وہ تجربہ گاہ لوٹے۔ پروفیسر داؤڈ اور خان رحمان کو
واقعہ سنایا گی۔ ان کی حرفت بھی دیکھنے کے قابل تھی:
” آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ ”

” ہونے کو ہو سکتا ہے۔ ” پروفیسر داؤڈ بولے، پھر کہا:
” یہ معامل غیرزمیں مخلوق کا ہے۔ جو ہم سے سامنے
کے میدان میں یکٹوں سال آگے معلوم ہوتی ہے۔
ہو سکتا ہے۔ انھوں نے انسان کو نظردوں سے او جھل
کرنے کا کوئی طریقہ دریافت کر لیا ہوا۔ کچھ ایسی لمبی
ایجاد کر لی ہوں۔ جن کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظردوں
سے غائب ہو جائے۔ جس طرح آئن شائون نے جہاز
غائب کرنے کا کامیاب تجربہ کر لیا تھا۔ اگر جہاز انسانی
نظردوں سے غائب ہو سکتا ہے تو کوئی انسان کیوں غائب
نہیں ہو سکتا۔ ”

” یکن انکل۔ یہ معاملہ اور ہے۔ کمرے کا دم دوازہ
اندر سے بند تھا۔ ”

” یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ ” پروفیسر سکرانے۔ ”

”کس طرح - ذرا ہم بھی تو سئیں؟“

”جس وقت کمرے کا دروازہ کھلا تھا - کوئی نظر نہ آنے والا وجود اندر داخل ہوا - اس نے غیر محسوس طور پر فاروق احمد بھٹی کے ذہن میں یہ بات بھا دی کہ اب اسے دروازہ اندر سے بند کر کے کچھ سوچنا چاہیے - لہذا اس نے اپنی بیوی سے یہی بات کہ دی اور وہ باہر نکل گئے - فاروق احمد بھٹی نے دروازہ بند کر دیا ، اب اس غیر زینتی وجود نے اسے بھی اپنی طرح غائب کر دیا - اور بے ہوش بھی - اس کی بیوی نے کمرے کو خالی پایا تو حیران رہ گئی - تم لوگوں کو اس نے یہی بتایا - لہذا تم دہاں گئے - دروازہ توڑا - اور ادھر موقع پا کر وہ مخلوق فاروق احمد بھٹی کو ساتھ یے دہاں سے نکل گئی：“

”ادے - اودہ - ہائیں“ ان کے مزے سے نکلا۔

”کمال ہے - اس طرح تو واقعی ہو سکتا ہے“ محمود نے کہا -

”ہو سکتا ہے نا۔“ پردیسر داؤد مسکراتے۔

”تب پھر - فاروق احمد بھٹی زندہ ہیں ، لیکن یہی اس غیر زینتی مخلوق کی قید میں“ فاروق نے جلدی

جلدی کہا -

”ضرور یہی بات ہے - درہ اگر کچھ شعادوں کے ذریعے کسی انسان کو غائب کیا جائے تو دہاں اس کے غائب ہونے کے کچھ نہ کچھ آثار ضرور پائے جائیں گے - آج کل ایکسرے یزد کے ذریعے ہر چیز کو جھاپ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے - لیکن دہاں کچھ تو آثار نہیں گے۔“

”تو اب اس غیر زینتی مخلوق کو گرفتار کرنا ہو گا -“

”وہ روزانہ رات کو ایک بجے فاروق احمد بھٹی والی چیک پوسٹ سے ضرور گزر دیتی ہے - اب معلوم نہیں ، گزدے گی یا نہیں - لیکن آج رات ہم دہاں پہرہ دیں گے ، ملٹری اور پولیس بھی دہاں زبردست تیاریوں کے ساتھ موجود ہوں -“

”گی - ہم چاہتے ہیں ، آپ بھی ہمارے ساتھ ہوں -“

”اچھی بات ہے - لیکن پہلے تمہیں اس سلسلے میں آئی جی صاحب سے بات کر لینی چاہیے“ - خان رحمان نے کہا -

”جی ہاں ! ہم سیدھے دہیں جا رہے ہیں۔“

”میرا خیال ہے - اب ہم لوگ بھی ساتھ چلتے ہیں -“

”درہ ہم یہاں بور ہوں گے - یہ معاملہ اب چیز سے“

تو بیٹھنے دے گا نہیں۔"

"بائلکل ٹھیک۔"

"وہ اسی وقت آتی جی صاحب کے پاس پہنچے۔

"سر۔ آپ کو یاد آیا یا نہیں کہ آپ نے اب آجائنا کو کہاں بھیجا ہے؟"

"نہیں یاد آیا۔ وہ ملجمن کے عالم میں ہوئے۔

"ہوں۔ خیر۔ اب ہمارا ایک پروگرام ہے۔

"ستائیں۔ انہوں نے کہا۔

مُحmod نے تفصیل انھیں سننا دی۔

"ٹھیک ہے۔ آج رات ہم اس غیر زمینی مخلوق کو ضرور گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے، لیکن ہمیں اس کا طریقہ کار سوچ لینا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ فوج کے کسی ماہر آفسر کو ملا لیں اور پولیس کے بھی۔ پھر آپس میں طے کر لیں گے۔"

چنانچہ ایسا ہی کیا گی۔ اور آخر طریقہ کار طے کر لیا گیا۔ اسی رات وہ تسب و تبلیغ موجود تھے۔ فاروق احمد بھٹی کی پیچک پوسٹ پر۔ لیکن اس وقت ان کے ساتھ فاروق احمد بھٹی نہیں تھا۔ انھیں ایک بار پھر اس کا خیال آگی کہ نہ جانے بے چارہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔

انہوں نے غیر زمینی مخلوق کی گرفتاری کا پُورا پُورا انتظام کیا تھا۔ ایک ترتیب میں پروگرام کو مکمل کیا جانا تھا۔ وہ اپنے اپنے مورچوں میں تھے۔ اور غصب کی سردی ان کے مزاج پوچھ رہی تھی۔

ایسے میں ٹھیک ایک بخنسے میں چند سیکنڈ پر دوسرا طرف سے کار کی لائٹیں نظر آنے لگیں۔ اور پھر کار نزدیک آتی چلی گئی۔

بُرف کے اس پار

مردک پر لوہے کے پاپ کے ذریعے رکاوٹ ڈالی
گئی تھی۔ لہذا سیاہ کار نزدیک آ کر رک گئی۔ کار کے
شیشے ذرا سائچے سر کے، یہکن کار کے نزدیک کوئی نہیں
تھا۔ نیکین میں کوئی تھا۔ آخر کار کا دروازہ کھلا اور
اس میں سے ایک عجیب مخلوق نیچے اتری۔ اس کا سر
باکل گول ہانڈی جیسا تھا۔ اسی ہانڈی میں دو باریک بادیک
آنکھیں چکتی نظر آئیں۔ آنکھوں سے نیچے ناک کے دوسراخ
تھے۔ اور پھر من کا سوراخ تھا۔ اس کے ہاتھ باکل پتے
پتے تھے۔ بازوں بھی لوہے کی سلاخ کی طرح گول اور
پتے تھے۔ اسی طرح مانگیں۔ دریاپنی دھڑ بس کی وجہ
سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بس ایس تھا جیسے پینٹ کر
دیا گی ہو۔ جسم کے ساتھ باکل چکا ہوا گک رہا تھا۔
وہ مخلوق لوہے کے راڑ تک آئی۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور

راڑ پر پڑا۔

دیکھنے والوں میں سننی کی لہر دوڑ گئی۔ راڑ دریاں سے
ٹوٹ گیا تھا۔

”جال پھیکا جائے۔“ فوجی آفیسر کی آواز ابھری۔

فوری طور پر ایک جال اس مخلوق پر آگرا۔ وہ اس
وقت کار کی طرف مُڑ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ
جال کی طرف بڑھے اور دوسرے لمحے جال تار تار ہو
گیا، حالانکہ وہ بہت مضبوط تھا۔ اب وہ پھر کار کی
طرف بڑھی۔

”کار کے ٹار پنکھ کر دیے جائیں۔“ فوجی آفیسر نے حکم دیا۔

ٹار پر فائر کیے گئے، یہکن کوئی دھماکا نہ ہوا۔

”اب اس مخلوق پر فائر کی جائے۔“

مخلوق پر فائر نگ شروع کی گئی۔ وہ اپنی جگہ سے
ہی بھی نہیں۔ پُرسکون انداز میں کھڑی رہی۔

”اُف ماں! اس کا تو بال بھی بیکا نہیں ہو رہا۔“

آئی بھی صاحب بولے۔

”میرا نیوال ہے سر۔ توپ کا فائر کیا جائے؟“ فوجی
آفیسر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کر دیں۔“ وہ بولے۔

”ادہ دلتی ! اس طرف تو ہم نے توجہ ہی نہیں دی۔“

”ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا — ہم اب بھی تعاقب شروع کر سکتے ہیں۔“

”اور اگر کار نظر آسکی تو کل تو تعاقب کر ہی سکیں گے۔“

”میرا خیال ہے — تعاقب کا پروگرام کل پر ہی رکھا جائے — ہم پورے شہر میں جاں بچا دیں گے۔ سیاہ کار چاہے، کتنی رفتار سے جائے۔ اس کا تعاقب پوری کامیابی سے کیا جائے گا اور ہم یہ معلوم کر کے رہیں گے کہ وہ کہاں جاتی ہے۔“ فوجی آفیسر نے جلدی کہا۔

”بہت خوب ! یہی مناسب رہے گا۔ کل اس کار سے آگے بھی کاریں موجود ہوں گی۔“ تعاقب میں ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا۔ آئی بھی صاحب بولے۔

”دوسرے دن رات کے ایک بجے سے پہلے پورے شہر میں تعاقب کی تیاریاں کر لی گئی تھیں۔ ہر موڑ سے اگلے موڑ اک پولیس اور فوج کی گاڑیاں موجود تھیں۔ اور شہر سے باہر جانے والی سڑک اک موجود تھیں۔“

”ٹھیک ایک بجے — سیاہ رنگ کی کار آتی نظر آئی، اسے روکنے کی کوشش نہ کی گئی۔ اسی طرح اس میں سے

اب توپ داغی گئی، لیکن اس سے صرف اتنا ہوا کہ مخلوق اپنی جگہ سے پچھ آگے بڑھ گئی اور بس۔ نہ اس کا پچھ بگڑا، نہ کار کا۔

چاروں طرف سے داریکے گئے، لیکن وہ نہ کار کو نقصان پہنچا سکے۔ نہ مخلوق کو۔

”یہ تو ہماری شکست کا عام اعلان ہے۔“ محمود برٹ برٹایا۔ مخلوق اب کام میں بیٹھ چکی تھی۔ وہ فائز کرتے رہ گئے۔ اور کار نکل گئی۔

”یہ تو پچھ بھی نہ ہوا۔“

”ایسے دو چار اگر اور آگئے۔ تو حکومت ان کے ہاتھ میں ہو گی۔“ فاروق برٹ برٹایا۔

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔“

”کمال تو یہ ہے کہ طیارہ سکن تو پہن بھی اس کار کا پچھ نہیں بگاڑ سکیں۔“

”اب ہم کس سے پوچھیں۔ اب آجان کہاں ہیں۔“ فاروق احمد بھٹی کہاں ہیں۔“ محمود برٹ برٹایا۔

”ایک منٹ سر۔ ہم لوگ اس کار کا تعاقب تو کر سکتے ہیں۔“ فرزاز نے قدرے بلند آواز میں کہا، تاکہ سب لوگ سن لیں۔

وہ عجیب مخلوق اُتری۔ اس نے نئے راڈ کو توڑا، پھر کار میں بیٹھی اور آگے بڑھ گئی۔

ساتھ ہی انہوں نے تعاقب شروع کر دیا۔ اب سرکاری گاڑیاں اس کار کے آگے بھی تھیں اور بیچھے بھی۔ اور ہر سڑک سے دائریں کے ذریعے رابط رکھا جا رہا تھا۔ جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ سیاہ رنگ کی کار کی رفتار ان کی تیز ترین کاروں سے کہیں زیادہ ہے اور وہ آگے ہی نکلتی جا رہی ہے۔ گویا ان کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اس کو روک دیا جائے۔ لہذا ہدایات کے مطابق اس سڑک پر اچانک ایک بلڈر لامکھڑا کیا گی جس سے سیاہ کار کو گزدنا تھا۔ یعنی فوراً ہی کار سڑک سے اتر کر جنگل میں داخل ہو گئی۔ اور جب تک سرکاری گاڑیاں جنگل میں داخل ہوتیں، وہ دوسری سڑک پر نکل چکی تھی اور اب پھر روائی دداں تھی۔ اب پھر اس کے سامنے بلڈوزر کو لایا گی۔ اس مرتبہ کار ایسی جگہ روکی گئی تھی کہ اس کے دائیں بائیں گھری کھائیاں تھیں اور وہ اس طرف نہیں اتر سکتی تھی۔ سیاہ کار پہلے تو ایک لمحے کے لیے رکی، پھر بلا کی رفتار سے بلڈوزر کی طرف بڑھی۔

اس پاس موجود تمام لوگ مارے چرت کے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ کار بلڈوزر سے بلکرائی۔ بلڈوزر اپنی جگہ سے آچلا اور کھائی میں جاگرا اور سیاہ کار یہ جاؤ گا۔

یکن تعاقب کرنے والی کاریں آگے بھی موجود تھیں، وائریں کے ذریعے تمام اطراف کو چوکس کر دیا گی۔ تعاقب چاری رہا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ اس وقت خان رحمان کی کار میں سیاہ کار کے عین بیچے تھے۔ اور مارے چرت کے ان کی شیان بالکل گم تھیں۔

”نکل! اس مصیبت سے مقابلے کے لیے اگر اب آجائیں میاں موجود نہیں ہیں تو ہم نکل کامران مرزا کو تو بلا، ہی سکتے ہیں۔“ بات تو ٹھیک ہے۔ ذرا اس تعاقب سے فارغ ہو یں۔ پھر انھیں فون کریں گے۔“ انہوں نے کہا۔

”اور میرے ذہن میں ایک ترکیب سر اُبھار رہی ہے۔ ایسے میں فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔“

”اللہ کا شکر ہے کہ ترکیب سر اُبھار رہی ہے۔ پیر نہیں اُبھار رہی۔“ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

فرزانہ جلدی بتاؤ۔ فاروق کی جلدی کہیں ترکیب کو

تحارے ذہن سے پھسلنا نہ دیں۔ محمود گھبرا کر بولا۔

"یہ میری باتیں ہیں۔ کوئی تسلیم کا ڈرم نہیں۔" فاروق نے اسے گھورا۔

"ترکیب یہ ہے کہ جس سڑک پر یہ کار چلی جا رہی ہے۔ کافی آگے۔ ایک بم مار کر سڑک میں بہت گڑھا ڈال دیا جائے۔"

"بہت خوب۔" ترکیب زبردست ہے۔ میں آگے موجود فوجی افسر سے بات کرتا ہوں۔"

خان رحمن بولے اور چھر آگے رابطہ قائم کرنے لگے۔ جملہ انہوں نے اپنی بات پوری کر لی اور دوسرا طرف سے اس ترکیب پر عمل کرنے کی فوری طور پر تیاری کی جانے لگی۔

"اب، ہمیں دریافتی فاصلہ زیادہ کر لینا چاہیے۔ ہمیں نہیں معلوم۔ سڑک پر گڑھا کیاں آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس سیاہ کار کے چیچے ہم بھی گردھے میں جا پہنچیں۔ نہ دن نے گھبرا لی ہوئی آواز میں کہا۔"

خان رحمن سُکرا دیے اور انہوں نے دریافتی فاصلہ زیادہ کر لیا۔

"م۔ مجھے یاد ستارہ ہے۔" ایسے میں پروفیسر دادا

کی آواز اجھری۔

"جی۔ کس کی؟ فرزانہ چونک کر بولی۔"

"شاید جھوک کی۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"نہ۔ نہیں۔ حمیدہ کی۔ انہوں نے اُداس بھے میں کہا۔

اور وہ بھی اُداس ہو گئے۔ واقعی۔ وہ اس وقت ان کی ضرورت بہت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔

"اللہ کرے۔ وہ جہاں بھی ہوں۔ خیریت سے ہوں۔" خان رحمن بولے۔

"آئیں! انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

تعاقب جاری رہا۔ اچانک سیاہ کار ان کی نظرden سے اوچھل ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس گڑھے میں جا گری تھی۔ خان رحمن نے پورے بریک لگائے۔ دریافتی فاصلہ کافی ہوتے ہوئے بھی وہ رکھتے رکھتے عین اس گڑھے کے پاس آ کر رکے۔ جو بم کی مدد سے بنایا گیا تھا۔

بے چاری سیاہ کار۔ فاروق نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

بہت دُکھ ہو رہا ہے اس کے تباہ ہونے کا۔ محمود سُکرا دیا۔

”فرزاد آخر تھاری ترکیب ہی کام آئی۔“

”یہ سب اللہ کی مہربانی سے انکل۔“

”ہاں! اس میں کی شک ہے:“

وہ کار سے اُتر کر گڑھے کے منہ مک پہنچ گئے۔

دوسرا کاریں بھی رک گئی تھیں۔ اور اس گڑھے سے آگے جو کاریں تھیں، وہ تو گڑھا بننے کے ساتھ ہی رک گئی تھیں۔ وہ لوگ بھی یونچے اُتر آئے۔ سب نے گڑھے میں دیکھا۔ گڑھا کافی گرا تھا۔ اور سیاہ کار اس گڑھے میں موجود تھی۔

ایسے میں انہوں نے ایک اور حرمت انگریز ترین منظر دیکھا۔ ان کی آنکھیں حرمت اور خوف سے پھٹی کی پھٹی وہ گئیں۔ انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ سیاہ کار کسی ہیسلی کاپنڈری کی طرح اوپر اٹھ رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اٹھتی وہ گڑھے سے اوپر آگئی۔ پھر سڑک پر آ کر وہ پہنچے کی طرح دوڑنے لگی۔ اب گڑھے سے چیچے والی کاریں اس کا تعاقب نہیں کر سکتی تھیں۔ صرف وہ کاریں تعاقب میں روانہ ہو گئیں۔ جو پہنچے ہی گڑھے کے پار موجود تھیں۔ اور وہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

”فرزاد۔ تمہاری ترکیب بھی دھرمی رہ گئی۔“

فاروق نے اُداس بھے میں کہا۔

”ہاں! بھے بھی اس کا حد درجے افسوس ہے۔“

”یکن افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو تعاقب سے بھی گئے۔“

”آئیے انکل۔ واپس چلیں۔ اور انکل کامران مرزا سے رابطہ قائم کریں۔“

”چلو بھائی۔ خان رحمان بولے۔“

وہ واپس پہنچے اور گھر پہنچے، یکونکر کرنے کے لیے اب ان کے پاس کوئی کام نہیں تھا۔ جو نہیں وہ گھر میں داخل ہوئے۔ حرمت زدہ رہ گئے۔
انپکڑ جمیڈ گھر میں موجود تھے۔



”یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ فاروق کے منہ سے نکلا۔
کیا دیکھ رہے ہو۔ بھی یہ میں ہوں۔ انپکڑ جمیڈ
مکا دیے۔“

”یکن آپ تھے نہیں۔ آپ کو معلوم ہے۔ شہر میں

اب تک کی کچھ ہو چکا ہے؟

”کچھ معلوم ہے۔ جو معلوم نہیں، وہ تم سے پوچھ لوں گا۔ انہوں نے کہا۔

”سوال یہ ہے کہ آپ کہاں تھے؟

”نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ سیاہ کار کو کہاں چھوڑا تے ہو؟ وہ بولے۔

”اوہ۔ آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے۔

”نہیں۔ اس حد تک نہیں۔ کسی حد تک۔

”پہلے آپ یہ بتائیں۔ آپ کہاں چلے گئے تھے؟

”دُنیا کے اس پار۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

”جی کیا کہا۔ دُنیا کے اس پار؟

”ہاں! دُنیا کوئی نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے۔

آئی جی صاحب کے علاوہ۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ

ہاں ایک صاحب موجود ہیں۔ اور وہ صاحب مجھے ایک

جگد کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔

”کس سلسلے میں؟ میں نے پوچھا۔

”میں کسی سلسلے میں نہیں۔

”تب پھر میں سیر کر کے کیا کر دیں گا؟ میں نے فوراً کہا۔

”اس یہے کہ آج سے پہلے میں نے دُنیا کے اس پار وہ علاقہ دیکھا ہی نہیں تھا۔

”آخر آپ کہا کیا چاہتے ہیں؟

”مجھے اس رات آئی جی صاحب نے فون کر کے اپنے گھر بُلایا تھا۔ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو وہ اپنے کرے میں منہ کسی سے بات چیت میں مصروف تھے۔ میں اندر گا تو وہ بولے:

”آؤ بھائی۔ ان سے ملو!

”میں نے چیراں ہو کر ادھر ادھر دیکھا، لیکن دیاں کوئی بھی نہیں تھا۔

”جی۔ کیا فرنا یا۔ دیاں کوئی نہیں تھا؟

”ہاں! دیاں کوئی نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے۔ آئی جی صاحب کے علاوہ۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ دیاں ایک صاحب موجود ہیں۔ اور وہ صاحب مجھے ایک جگد کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔

”کس سلسلے میں؟ میں نے پوچھا۔

”میں کسی سلسلے میں نہیں۔

”آپ۔ آپ کون ہیں؟ اچانک فرزانہ بولی۔

”میں۔ ارے بھائی، میں تھارا والد ہوں۔

”لیکن ہمارے والد اس قسم کی باتیں نہیں کرتے۔

فرزانہ نے کہا۔

یہ میرا حکم ہے، آئی جی صاحب بولے۔

”اگر آپ کا حکم ہے تو سر انگھوں پر نہ میں
نے کہا۔

اور پھر ہمیں مکان کی چھت پر لے جایا گی۔
دہلی راکٹ دم قسم کی ایک ہوسواری موجود تھی۔ مجھے اسکے
کو اس میں بٹھا دیا گی۔ اور پھر راکٹ دم بالکل کسی
راکٹ کی طرح اُپر جانے لگا۔ یہاں تک کہ زمین
پر موجود مکانات دغیرہ مجھے بہت نئے نئے سے دکھائی
دینے لگے۔ آخر کو نظرؤں سے اوجھل ہو گئے۔ راکٹ
اب بھی اُپر اٹھ رہا تھا۔ پھر وہ ایک سمت میں
ڑکھنے لگا۔ سفر جاری رہا۔ کوئی چار گھنٹے تک...
انپکٹر حشید یہاں تک کہ رک گئے۔
”جی کتن؟“ محمود بولا۔

”چار گھنٹے تک۔ پھر راکٹ دم اُترنے لگا۔ یہاں تک
کہ ایک گھنٹہ میدان میں اس نے مجھے آتا دیا اور خود
اوپر اٹھنے لگا۔ میں اس کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔
جب وہ نظرؤں سے اوچھل ہو گی تو میں نے اس
جگہ کا جائزہ لیا۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسی جگہ نہیں
دیکھی ہو گی۔ یوں سمجھ لو۔ وہ اس قدر گھنا جنگل ہے

کہ دہلی پکھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ ان درختوں
کے درمیان پکھ عمارت ہیں۔ میں نے ان عمارتوں
کی طرف قدم اٹھائے۔ ان کے دروازے لگتے تھے۔
ان میں کھانے پینے کی ہر چیز موجود تھی۔ یہاں میرے
علاوہ انسان کوئی نہیں تھا۔ میں جیران پریشان ادھر
اُدھر گھومتا رہا۔ کھاتا پیتا رہا۔ درخت بھی نادیل کی
قمر کے چھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ وہ چھل بھی
میں نے کھا کر دیکھے۔ ان کا ذائقہ عجیب ساتھا، میں
ناخوش گوار نہیں تھا۔

تین دن تک میں گھومتا رہا۔ پھر تارہ۔ پھر میں
ایک سمت میں چلنے لگا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔
اچانک میرے قدم ٹرک گئے۔ جانتے ہو کیوں؟
”جی نہیں۔ بھلا ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ آپ
کیوں ٹرک گئے؟“

”میرے سامنے برف کی ایک وادی تھی۔ انپکٹر حشید
نے کہا۔

”جی۔ برف کی وادی۔“ ان کے مزے نکلا۔
”ہاں! برف کی وادی۔ آسمان تک دہلی برف، ہی
برف نظر آ رہی تھی۔ زمین سے اُپر اٹھنے والی برف کی

دیواریں — جو آسمان تک چلی گئی تھیں:

اور برف کے دوسری طرف کی تھا ؎ فرزاد نے بے بن
ہو کر پوچھا۔

میں نہیں جانتا — بھلا میں کس طرح جان سکتا تھا کہ
برف کے اس پار کی ہے:

"اوہ! ان کے منزے ایک ساتھ نکلا۔
میں اس وقت فون کی تھنٹی بجھنے لگی۔

کار یا...

انھوں نے فون کا رسیور آٹھایا تو دوسری طرف سے
صدرِ ملکت کی آواز سنائی دی :

"انپکڑ جیش — واپسی مبارک ہو۔"

"جی — کی مطلب سر۔ آپ کو کیسے معلوم کر میری واپسی
ہو گئی ہے — اور کیا آپ یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ میں کہاں
گی تھا ؎ ان کے لمحے میں حیرت تھی۔

"نہیں — مجھے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ تھیں کسی
خاص مقام کی سیر کرائی گئی ہے۔"

"جی ہا! یہ بات تو کہی جا سکتی ہے۔"

"واپسی کے بارے میں مجھے ایک گنمام فون ملا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ کسی نامعلوم شخص نے آپ
کو یہ بتایا ہے کہ میں واپس آ گیا ہوں۔"

"بلکہ اسی نے یہ بھی بتایا ہے کہ تھیں ایک نامعلوم

مقام پر بھیجا گیا تھا۔ جہاں سے اب تھاری واپسی ہو گئی ہے
اور اس کے بعد۔ اس کے بعد اس نے کیا کہا
انپکڑ جشید نے کہا۔
یہ کہ میں تحسین ہدایت دوں۔ اس مقام کے سفر
کے لیے تیاری کر لو۔ صدر صاحب ہنسے۔

یہ کیا بات ہوئی سر؟
میں خود نہیں جانتا۔

اچھی بات ہے۔ دیکھا جائے گا۔

یکن تم مجھے اس سفر کے بارے میں تو بتاؤ۔

خدمت میں حاضر ہو کر بتانا پڑے گا سر۔

اچھی بات ہے۔ جس وقت چاہو۔ آئکے ہو۔

شکری سر۔ میں بہت جلد حاضر ہوں گا۔

اور انھوں نے دلیل دکھ دیا۔

لاں! تو آپ کی کہ رہے تھے۔ آپ برف کے
اس پار نہیں دیکھ سکے؟

نہیں۔ میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اور
خڑوڑت۔ پھر میں برف سے سر کیوں منکرا۔ جب تک
کوئی مقصد نہ ہو۔ اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالنا
چاہیے۔ ہمارا دین یہی کہا ہے۔

پھر آپ کی واپسی کس طرح ہوئی؟
وہی راکٹوم پھر آیا اور مجھے یہاں سے آیا۔
اس نے آپ کو آتا را کس جگہ؟
شہر سے کچھ باہر۔
اور اس راکٹوم کو کون چلا رہا تھا؟
میں نہیں دیکھ سکا۔ دیے۔ میرا خیال ہے۔ اس
میں کوئی پائٹ نہیں تھا۔ وہ ریوٹ کنٹرول تھا۔
اوہ! ان کے منزلے نکلا۔
اب مجھے شہر کے حالات سناؤ۔
اگر آپ راکٹوم سے اُتر کر سیدھے گھر آ رہے ہیں،
تب تو آپ کو کچھ معلوم نہیں ہو گا۔
راکٹوم میں ریڈیو اور فنی دی لگے ہوئے تھے۔ میں یہاں
کی خبریں اس میں سنتا رہا ہوں۔
کیا خبریں آپ کو خود لگانا پڑی تھیں؟
نہیں۔ ہر کام خود خود ہوتا رہا۔ میں نے کچھ
نہیں پیا۔
بہت خوب۔ اب تو اس راکٹوم میں سفر کرنے
کا شوق پیدا ہو چلا ہے۔
میں ابھی سمجھ یہ نہیں جان سکا کہ اس دن آئی جی

باکل جام ہو گئی ہے۔ پسے تو بھگدہ مجی۔ پھر گاڑیاں
ائیں۔ اور اب لوگ اس سے بہت دور کھڑے اسے
گھور رہے ہیں اور وہ ایک جگہ بست بنا کھڑا ہے۔
سارے شہر کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔
ہوں۔ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں سر۔ آپ کہاں
ہیں؟ انپکڑ جھیڈ بولے۔

چوک کی طرف روانہ ہو رہا ہوں۔ فون گھر سے کر
دہا ہوں۔

"شکریہ سر؟ انھوں نے یہ کہ کہ رسیور رکھ دیا اور
پھر بولے:

"آؤ جسی چلیں۔"

وہ اسی وقت چوک پر پہنچے۔ انپکڑ جھیڈ صدر سے
ملاقات کے لیے جانا اور محمود، خارموق اور فرزانہ فون کرنا
باکل بھول گئے تھے۔ چوک پر پہنچ کر انھوں نے وہی
منظر دیکھا۔ جس کے بارے میں آئی جی صاحب نے
 بتایا تھا۔

اب کیا کیا جائے۔ یہ تو ہماری زبان بھی نہیں
مجھتی۔ محمود بڑھایا۔

"میں اس سے بات کر دیں گا۔"

صاحب کے کمرے میں کون تھا۔

"حالات یہ کہ رہے ہیں کہ وہ کسی دوسری دنیا کی مخلوق
مجی۔ کسی اور سیارے کی۔"

"ہاں! اس قسم کی جریں سن چکا ہوں۔ خیر تم پہلے
تمام حالات سناؤ۔"

انھوں نے ایک ایک بات سنادی۔ انپکڑ جھیڈ سن
کر سوچ میں گم ہو گئے۔ آخر بولے:

"میرا خیال ہے۔ ہمیں سفر کی تیاری کرنا ہی پڑے گی:
تو پھر کیا انکل کامران مرزا اور شوکی برادرز کو فون کر
دیں۔ محمود نے پھر جوش انداز میں کہا۔

"مژدہ کرنا۔ میں ذرا صدر صاحب سے مل آؤں۔
تم فون کر دیں۔"

یعنی اس وقت پھر فون کی گھنٹی بجی۔ انپکڑ جھیڈ
نے رسیور اٹھایا تو آئی جی صاحب کی گھبرائی ہوئی آواز
ان کے کافنوں سے "محکماً"۔

انپکڑ جھیڈ۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ تم واپس آ
گئے ہو۔ غالباً تم شہر کے حالات سن چکے ہو گئے۔ اب
نئی خبر سنو۔ مخلوق منظر عام پر آ گئی ہے۔ وہ شہر
کے سب سے بڑے چوک پر موجود ہے۔ ٹریفک

”یکن کس زبان میں۔ یہ بھی تو بتائیں۔“

”دیکھا جائے گا۔ انہوں نے کہا اور قدم آگے بڑھانے لگے۔ ایسے میں فرزانہ بولی：“

”دیکھ لیں۔ کیس وہ حملہ نہ کر دے۔“

”دیکھا جائے گا۔ وہ بولے۔“

اکی وقت آتی جی صاحب ان کے سامنے آگئے :

”ت۔ تم۔ دیکھ رہے ہو۔ حشید۔ پورا شریہاں املا کیا ہے۔ گریا شہر خالی ہو کر رہ گیا ہے۔ کاروبار

دک گیا ہے۔ زندگی جامد ہو گئی ہے۔ لوگ مکانوں کی چھتوں پر کس طرح لدے چھندے ہوئے ہیں۔

نجیے ڈد ہے، کچھ مکان نہ گر جائیں۔ اور لوگ بچے نہ دب جائیں۔ اور یہ حضرت ہیں کہ تینے کھڑے ہیں۔“

”جی ہاں! میں دیکھ چکا ہوں۔ اور میں اس سے بات کرنے جا رہا ہوں۔“

”یکا کہا۔ تم اس سے بات کر دے گے۔“

”ہاں! باکل کروں گا۔ آپ فکر نہ گروں۔“

اور وہ آگے بڑھنے لگے۔ پولیں ان کے لیے راتا بنوانے لگی۔ جلد ہی یہ خبر پھیل گئی کہ انپکڑ حشید اس

خلوق سے بات کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔“

اب لوگوں کی نظری مخلوق سے ہٹ کر ان پر جم گئیں۔ چہروں پر حیرت دوڑ گئی۔ غالباً سب لوگ بھی سوچ رہے تھے۔ اس مخلوق سے بات کس طرح ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ ہماری زبان ہی نہیں جانتی۔

انپکڑ حشید آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور آخر کار اس مخلوق کے بالکل نزدیک جا کھڑے ہوئے۔ اب مخلوق ۲ ایک ہاتھ ان کی طرف اٹھ گی۔ اس ہاتھ میں ایک نخا سیاہ رنگ کا نوکیلا سا آہ نظر آنے لگا۔ غالباً یہ خبر تھا۔ یا پھر پستول کی قسم کی کوئی چیز۔

”تم کی چاہتے ہو؟“ انپکڑ حشید نے سب سے پہلے یہ سجدہ اور دو میں کہا۔

پھر انگریزی میں کہا اور اس کے بعد انھیں جس قدر زبانیں آتی تھیں۔ ان میں اس سجدے کا ترجمہ کرتے چلے گئے۔ یکن اس نے مز سے کچھ نہ کہا:

”اب تم ہی بتاؤ۔ میں تمہاری بات کس طرح سمجھ سکتا ہوں۔“

”پوس کم۔“ وہ بولا۔

”پوس کم۔ اس کا مطلب شاید یہاں کوئی نہ بتا سکے، اپ پ دھاٹت نہیں۔“

اس نے ہاتھ سے اپنی کار کی طرف اشارہ کی۔
ادوہ! اب سمجھا۔ یوں کار کو کر رہے ہیں آپ۔
ادو کم کا مطلب ہے، خراب ہو گئی ہے۔ یکن ہم
بھلا اس کار کو درست کیسے کر سکتے ہیں؟ انپکٹر جمیں
نے حیران ہو کر کہا۔

پوں کم! اس نے پھر کہا۔

اتنی بات تو خیر بمحض میں آگئی ہے:

یہ کہ کر دوہ اس کار کی طرف بڑھے۔ انہوں نے
اس کا بونٹ اٹھانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس
کام میں انھیں چند منٹ لگ گئے۔ آخر بونٹ اٹھانے
میں کامیاب ہو گئے۔ نئی مخلوق اب ان کی طرف
مُڑی ادو ان کی کارروائی کو دیکھ رہی تھی۔ سب لوگ
حیرت اور دلچسپی سے اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔
انپکٹر جمیں کو کار کے انجن کی بذریا بھی سمجھ نہ آئی۔ پھر
بھی انہوں نے تاروں کو چیک کرنا شروع کر دیا۔ ایک
تار نکلا ہوا نظر آیا۔ یکن یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ تار
کہاں لگے گا۔

یہاں کوئی جوڑ میکن ہیں تو آگے آ جائیں۔
کئی آدمی ڈرتے ڈرتے آگے آگئے۔ اب انہوں

نے مل کر کوشش شروع کر دی۔ آخر آدم حفظ کی محنت
کے بعد وہ کار کو شارٹ کرنے میں کامیاب ہو گئے،
کار شارٹ ہونے کی آواز سن کر اس مخلوق کے جسم
میں حرکت پیدا ہوئی۔ چہرے پر مُسکراہٹ بھی آئی
اور پھر وہ کار میں بیٹھ گئی۔ کار رینگنے لگی تو انپکٹر
جمیں اس کے آگے آگئے۔ ابھی مخلوق نے کار
کو روک لیا:

”آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ کیا چاہتے ہیں۔ ہم
ب حیران پریشان ہیں۔ انہوں نے انگریزی میں کہا۔
وہ سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگا جیسے
پکھ پلے نہ پڑا ہو۔

”آخر آئی جی وغیرہ سے بھی تو کسی ذریعے سے باہمیں
کرتے رہے ہیں۔ اب یہ آپ سے باہمیں کرنا چاہتا
ہوں۔ انہوں نے کہا۔

مخلوق بھیسے سوچ میں ڈوب گئی۔ غالباً وہ یہ جانتے
کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کی کو رہے ہیں۔ آخر
اس نے اپنا ایک ہاتھ باہر نکالا۔ انپکٹر جمیں قدرے گھبرا
گئے، یکن اپنی جگہ کھڑے رہے۔ اچانک انہوں نے
ٹھوس کیا۔ جیسے ان پر نیند ٹاری ہوتی جا رہی ہو،

پھر ان کا ذہن سونے لگا۔

لگوں نے انھیں نیند کے عالم میں جھومنتے دیکھا۔
ادھر محمود، فاروق اور فرزانہ ایک سرکاری گھاؤں کی چھت
پر چڑھے۔ بہت دُور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، انھوں
نے اپنے والد کو گرتے دیکھا۔

"اوہ ہو۔ اب بات سمجھ میں آئی۔ یہ مخلوق ہپناٹزم
کی ماہر ہے۔ اور اب ہپناٹزم کے ذریعے بات چھیت
کرے گی۔"

"تب پھر ہم اس دوز ہپناٹزم کی وجہ سے ہی آئی ہی
صاحب کے کمرے میں کچھ نہیں دیکھ سکے۔"
"ہاں! اس کے سوا کی کہا جا سکتا ہے:

انپکٹر جشید اب بالکل ساكت یعنی نظر آئے۔ صرف
ہن کے ہونٹ ہل رہتے تھے۔ اور مخلوق کے بھی ہونٹ
ہل رہتے تھے۔ لیکن دونوں کی آوازیں اب انھیں سناں
نہیں دے رہی تھیں۔ پھر پندرہ منٹ بعد انپکٹر جشید
نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ہٹر ہٹرا کر اٹھ چکے ہیں:

"مچھے کیا ہو گی تھا؟"
"آپ پر اس مخلوق نے ہپناٹزم کیا تھا؟"
"اوہ نہیں۔ ان کے منہ سے نکلا۔"

"کی آپ کو یاد ہے۔ ان نے آپ سے کیا
کچھ کہا ہے؟"
"ایک منٹ وہ بولے۔ اور سر کو پکڑ کر بیٹھ گئے،
انھیں اپنا سر چکراتا محسوس ہو رہا تھا۔ پھر انپکٹر جشید
بول اٹھے:
"ہاں! میرے دماغ میں وہ گفتگو آگئی ہے۔ جو
ہمارے درمیان ہوتی ہے:
"ارے واہ۔ پھر تو مزا آگی۔ اس نے آپ سے
کیا باتیں کی ہیں؟
"اس کا کہا ہے۔ یہ کبھی سیارے کی نہیں۔ اسی زمین
کی مخلوق ہے۔"

"یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ پلاتے۔
"ہو سکتا ہے۔ ہماری زمین پر ابھی ایسی بہت سی
بجھیں ہوں۔ جن سنگ انسان نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ بولے۔
"پھر۔ اس نے اور کی بتایا؟"

"یہ کہ۔ ہم وہ اس زمین پر نئی آبادیوں کی تلاش
میں نکلے ہیں۔ ہماری زمین ہمارے لیے سنگ ہو گئی
ہے۔ اس بیسے اور بھی کئی مختلف سماں میں نکلے
ہوئے ہیں۔ بہت جلد انھیں واپس جا کر روپرٹ پیش

کرنی ہے۔"

۱۲۷

اس کا مطلب ہے۔ یہ لوگ وہاں جا کر جب بہتر اس دنیا کے بارے میں بتائیں گے تو وہ مخلوق، تم پر ہو چائے گی۔
اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔
تو ہم اسے جانے، ہی یکوں دیں؟
ہم اس کو روک بھی لیں۔ تو اس سے کی فائدہ ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے۔ یہ لوگ ساتھ ساتھ پیدا نہیں رہے ہیں۔"

"یہ بات آپ کس طرح کر سکتے ہیں؟
یہ سامنے میں ہم سے یکڑوں سال آگے ہیں۔ ان کے پاس ایسے ایسے آلات ہیں۔ جو ہمارے دام سے بھی زیادہ تیز رفتار ہیں۔ اس قسم کی ایک چیز میں سفر کر چکا ہوں۔"

"کیا مطلب۔ آپ کب سفر کر چکے ہیں؟
اب انھوں نے راکٹدم کے نفر کے بارے میں تھا۔ اس کی کار خراب ہو گئی تھی۔ وہ راکٹدم بھی خراب ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ کیا کرے اور اس وادی کے بارے میں بتایا۔

"اس کا مطلب ہے۔ برف کے اس پار ان آبادی ہے۔ یکن آپ کو صرف برف کے ادھر کی

۱۲۵

دکھا گی؟"
 مجھے نہیں معلوم۔ ان لوگوں نے اپنی آبادی کی یہ بھے یکوں نہ کرائی اور اس طرف تک یکوں رکھا۔ اور وہاں لے جانے کا کیا مقصد تھا۔ یہ سب باتیں حد درجے عجیب ہیں! تاہم میں ان باتوں کے جوابات ملاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ انپکٹر جمیش نے جلدی جلدی پہنچا۔
 اور اس مخلوق نے کیا کہا؟

اس کا کہنا ہے کہ ہم لوگ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے پورے ملک کی آبادی مل کر صرف اس ایک کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چاہیں تو تجربہ کر لیں۔ اور اگر پوری فوج آ جائے تو کیا حال ہو گا۔ گویا۔ اس نے مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ ہم اس کے آگے باکل بے بس ہیں، لیکن ابھی آپ لوگوں نے دیکھ یا تھا۔ یہ خود بھی بے بس ہو گی۔ اب انھوں نے راکٹدم کے نفر کے بارے میں تھا۔ اس کی کار خراب ہو گئی تھی۔ وہ راکٹدم بھی خراب ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ کیا کرے گا بھلا۔"

تو پھر۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ کتنی آوازیں ابھریں۔

” بلکہ یہ پہلے گفت گو پودی کریں ۔ اس نے
کی کہا ؟ ”
” اس کا کہنا ہے کہ بہت جلد ان کی فوج ان
آبادیوں پر حملہ آور ہو گی ۔ اور تمام مخلوق یعنی
صفایا چند لمحوں میں کر دے گی ۔ پھر صرف یہ ول
ان آبادیوں میں آباد ہوں گے اور ہمارا نام و نز
سمک نہ ہو گا ۔ ”

” یکن ۔ یہ کیسے ہو سکتے ہے ؟ ایک آواز اُبھری ۔
” جی کی کیسے ہو سکتے ہے ۔ اپنی بات کی وہ
کریں : انپکڑ جہیڈ یحراں ہو کر بولے ، کیونکہ آواز پر
داود کی حقیقتی ۔ ”

” مجھے آگے آنے دو ۔ وہ بولے ۔
” تشریف لے آئیں ۔ انھوں نے کہا ۔
لوگ جلدی جلدی پروفیسر داؤد کے لیے راتا
لگے ۔ آخر وہ انپکڑ جہیڈ کے سامنے کھڑے ہو گئے
” ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
قیامت تک کی پیش گرتیاں کی ہیں ۔ تفصیل سے
ہے کہ قیامت آنے سے پہلے پہلے کیا کچھ ہو گا ۔
یہ بات تمیں بتائی کہ قیامت کب ہو گی ۔ اس ۔

کہ اس بات کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو
نہیں ۔ قیامت کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یا بوجوں مابوجوں قوم کے نکلنے کے بارے میں بھی بتایا
ہے ۔ یہ لوگ اس قدر بڑی تعداد میں ہوں گے کہ
سمندر کے سمندر پلی جائیں گے ۔ اور سمندر خشک
کر دیں گے پی کر ۔ پھر پودی دُنیا پر چھا جائیں گے ۔
یکن پھر اللہ تعالیٰ ایک ہنوا بھیجے گا ۔ یا ان میں
ایک ہیماری پیدا کرے گا ۔ جس سے یہ لوگ مر
جائیں گے ۔ زمین ان کی لاشوں سے پٹ پڑتے
گی ۔ پھر غاباً تیز بادش آتے گی اور ان کی لاشوں
کو بھائے جائے گی ۔ گویا یہ لوگ آباد تو ہو ہی
نہیں سکیں گے ۔ ان کا فتنہ ضرور بپا ہو گا ۔ پھر ختم
ہو جائے گا ۔ ”

” یکن آپ یہ کیسے کہ سکتے ہیں کہ یا بوجوں مابوجوں
ہیں ؟ انپکڑ جہیڈ بولے ۔
” کیا مطلب ؟ پروفیسر داؤد چونک آٹھے ۔
” ہو سکتا ہے ۔ یہ بوجوں مابوجوں نہ ہوں ۔ بلکہ یہ
کوئی اور قوم ہوں ۔ ”

” ہاں ! اس صورت میں بات اور ہے ۔ ”

"اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے بآبائان۔" فرزانہ نے چل کر کہا۔
"کیا ہو سکتا ہے؟ کیا تم بھی آگے آ کر بات کرنا چاہتی ہوئی؟"
"جی نہیں۔ میں یہیں سے بات کروں گی۔" فرزانہ نے کہا۔

"کہو۔ کیا کہنا چاہتی ہوئی؟"
"میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ سارا چکر انشادِ جہ کا چلایا ہوا ہو۔ اور یہ کوئی مخدوق نہ ہو۔ بلکہ روپوٹ کی قسم کی ایجاد ہو۔" اس نے کہا۔

"ہاں! اس کا بھی امکان ہے۔ اور اس کا فیض صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب ہم اس پر قابو پالیں۔ لیکن نبی الحال قابو پانے کی کوئی ترکیب نہیں سمجھ رہی۔" انپکڑ جمیش نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ہوں۔ خیر۔ اور کیا بات کی اس نے؟"
"اس نے یہی کہا ہے۔ کہ بہت جلد ان کی مخدوق اس سیارے پر حملہ آور ہونے والی ہے۔"

یہیں اس وقت کار دہل سے چل پڑی۔ لوگ خوف زدہ انداز میں ادھر ادھر ہٹنے لگے، لیکن یہ دیکھ کر ان کی حرمت کی انتہا نہ رہی کہ وہ تو کسی ہیلی کا پڑ کی طرح اپر اٹھ رہی تھی۔ ظاہر ہے، وہ اس قدر جام ٹریفک میں اور کر بھی کی سکتی تھی۔

ٹھیکیہ فورس

انپکڑ جمیل کے گھر کے فون کی گھنٹی بھی۔ انھوں نے ریسورڈ اٹھایا تو صدر صاحب کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جمیل - جلدی آؤ۔"

"بھی بہت بہتر ہے کہ کر انھوں نے ریسورڈ بٹھا اور باہر کی طرف دوڑے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اکار میں محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفسر داد د ان سے بھی پہلے جائیشے تھے۔

"آپ لوگ کس طرح اس قدر جلد کار میں آ کر بیٹھ گئے؟"

"فون کی گھنٹی سے مجھے خطرے کی بو آئی تھی۔ میں نے فوراً انھیں دوڑنے کا مشورہ دے ڈالا۔ اور وہ میرے ساتھ چلتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔"

"یحرب ہے۔ خطرے کا احساس فون کی گھنٹی سے بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بولے۔

"بھی۔ ہونے کو اس دُنیا میں کی نہیں ہو سکتا۔ فرزانہ نے شرم کر کہا۔

"بات تو ٹھیک ہے۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"صدر صاحب نے فوراً بُلایا ہے۔"

"تب تو ہو سکتا ہے۔ انھوں نے صرف آپ کو بُلایا ہوا۔"

"اس صورت میں تم واپس چلے آنا۔ وہ مُکراۓ۔"

"خیر یہ بھی نہیں ہو سکتا۔"

آخر وہ صدر صاحب تک پہنچ گئے۔ وہ حدود بے نکر مند لگ رہے تھے:

"بھی فرمائیے۔"

"اس مخلوق کو اس وقت تک ایک سو کے قریب ملکوں میں دیکھا جا پہلا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس بالکل ایسی ہی کار ہے۔ یعنی بھی بالکل ایسا ہی ہے اور ہر ملک میں قریب قریب اسی قسم کے داتعات پیش آئے ہیں۔"

اوہ اُن کے منز سے نکلا۔

”لہذا ان تمام ملکوں کے نایندوں کا اجلاس انوار میں رکھا گیا ہے۔ انتارج نے اس اجلاس کے لیے ایک بہت پُر فضا مقام منتخب کیا ہے۔ سب لوگ پرسوں والی موجود ہوں گے۔ لہذا ہمارے ملک کی طرف سے آپ لوگ جائیں گے۔“

”کیا ایک ایک آدمی کو جانا ہو گا؟“

”نہیں۔ ہر ملک کا ایک ایک وفد جانے گا وفد کے بارے میں کوئی پابندی نہیں ہے کہ کتنے افراد پر مشتمل ہو گا۔“

”گویا ہم اپنی دنوں پارٹیوں کو بھی ساتھ لے جائیں ہیں؟ انھوں نے کہا۔“

”ہاں بالکل! اس پُر فضا مقام پر یکڑوں آدمیوں کی رہائش وغیرہ کے انتظامات کر لیے گئے ہیں۔“

”اور ان تمام انتظامات کی اطلاع اس نئی مخلوق کو بھی ہو گئی ہو گی۔ بلکہ ان کے ملک تک پہنچ چکی ہو گی۔“ وہ بولے۔

”ہاں! یہ تو ہے۔ اگر وہ ہم سے سائنس میں یکڑوں سال آگے ہیں، تب تو انھیں ہمارے بارے میں تمام

معلومات مل دی ہوں گی۔ جیسا کہ اس ٹرانسیسٹر سے ثابت ہے اور راکٹوں میں لگے آلات سے بھی۔ راکٹوں کو بھی تو آخر ان کے ملک سے ہی کنڑوں کیا جاتا ہے۔“
”گویا یہ ہم شاید اس صدی کی سب سے بڑی ہم ہو گی۔ پروفیسر داد دو لے۔“

”یعنی اس ہم کا مقصد کیا ہو گا۔ کیا پوری دُنیا اس مخلوق سے جگ کرے گی۔ اور اس جگ کا انجام کیا ہو گا؟“

”یہ اور اس قسم کی تمام باتوں پر غور و فکر کے لیے ہی تو وہاں اجلاس ہو رہا ہے۔“

”ہم۔ صحیح ہے۔ یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو گا کہ کیا طے ہوتا ہے۔“

”تب پھر آپ ہمیں اجازت دیں، تاکہ ہم تیاری کر سکیں۔ ابھی اپنی دو پاٹیوں کو بھی اطلاع دینا ہے۔“
انپکٹر جھٹید نے کہا۔

”وہ بھی بات سمجھئے۔ جائیں!“ مدد صاحب بولے۔

”وہ گھر آئے۔ سب سے پہلے انپکٹر جھٹید نے انپکٹر کامران مزرا کو فون کیا، یعنی وہ چاروں غائب تھے اور یگم کامران مزرا کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ

کمال ہیں۔ اب انھوں نے شوکی برادر کو فون کی، میک
وہ بھی نہ طے۔ اور ان کے بارے میں بھی کسی کو کچھ
معلوم نہیں تھا۔

”وجھتے۔“ یہ لوگ تو اس مرتبہ ہمارے ساتھ نہیں
جا سکتے گے، ان کا کوئی پتا نہیں چل رہا۔“

”اوہ! یہ تو بُرا ہوا۔ اس قدر بڑی حمّم اور وہ اس
میں ساتھ نہ ہوں۔“ فاروق نے کہا۔

”اب اس میں ہم کی کر سکتے ہیں۔ انپکٹر جشید بولے۔
”پلیے پھر ٹھیک ہے۔“

انھوں نے جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دوسرے
دن فون کی گئی۔ انپکٹر جشید نے رسیور اٹھاتے
ہی کہا:

”انپکٹر جشید بات کر رہا ہوں۔“

”ڈنیا بہت جلد ہماری مشی میں آنے والی ہے۔
لہذا ہم ہر اس کوشش کو ناکام بنا دیں گے جو ڈنیا کو
ہماری مشی میں آنے سے روکنے کے لیے کی جائے گی۔“

”میں سمجھا نہیں؛ انپکٹر جشید جھک سے رہ گئے۔“

”آپ اور آپ کے ساتھی۔ انشاد جد کانفرنس میں
ہیں جا رہے ہیں۔“

”سیا یہ خبر کسی اخبار میں چھپی ہے؟“ وہ حیران ہو
کر بولے۔

”نہیں۔ یہ خبر تو میں آپ کو سننا رہا ہوں۔“

”کویا آپ مجھ سے یہ کہ رہے ہیں کہ ہم وہاں
د جائیں۔“

”ہاں! یہی بات ہے۔“

”یکن ہم بھلا کس طرح رک سکتے ہیں؟“

”تب پھر مرنے کے لیے تیار رہیں۔“

”وہ تو ہم ہر وقت تیار رہتے ہیں، یکن ایک بات
مجھے میں نہیں آتی۔“

”اور وہ کیا؟“

”یہ کہ۔ جب مجھے جانے کے لیے روکن تھا تو پھر
والکلوم کے ذریعے وہاں کیوں بھیجا گی تھا؟“

”ہمارا خیال تھا کہ آپ اس جگہ کو دیکھ کر خوف زدہ ہو
جائیں گے، یکن آپ نے تو ذرا بھی خوف زدہ ہونا نہیں
یکھا۔“

”تب پھر آپ کی موت کی دھمکیوں سے میں کیوں کر
خون زدہ ہو جاؤں گا؟“

”ہم جانتے ہیں، آپ نہیں ہوں گے۔ یکن خرد

نے کہا۔
 جی دوہ کیسے؟
 یہ تو مجھے نہیں معلوم — بس خیال ہے کہ آتے
 گا۔ انھوں نے ہنس کر کہا۔
 ”چلیے خیر، بھبھ آتے گا، دیکھ لیں گے اس کو
 بھی۔ فاروق بولا۔
 ”لک — کس کو بھی؟ پروفیسر داؤڈ بے خیالی کے عالم
 میں بولے۔
 ”جی مزے کو۔
 ”اوہ اچھا — مزے کو۔ یہ کہا۔ کس کو؟ دوبارہ چونکے۔
 ”جی مزے کو۔ فاروق نے مسمی صورت بنائی۔
 ”یاد مذاق نہ کرد — مرا دیکھنے کی نہیں، پکھنے کی چیز
 ہے۔ پروفیسر داؤڈ مسکراتے۔
 ”اس کا مطلب ہے۔ ہمیں اشارہ جیسکے پہنچنے میں
 بھی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح شاید
 ہم وقت پر ز پہنچ سکیں۔
 ”میں ان کا توڑ کروں گا۔ انپکٹر جمیش نے سوچ
 میں گم بھے میں کہا۔
 ”جی کیا مطلب — توڑ آپ کس طرح کر لیں گے۔

کرنا تو ہمارا کام تھا۔
 ”آپ خبردار کرچکے یا ابھی کچھ کر رہتے ہے؟
 ”کرچکا۔ اس وقت سے آپ کا ہر قدم موت کی
 طرف آٹھے گا۔
 ”اس اطلاع کے لیے شکریہ۔ انھوں نے یہ کہ کہ
 رسیور رکھ دیا۔
 ”کون تھا ابَا جان؟
 ”انھوں نے پوری تکوڑہ دھرا دی۔ دُس کر کے
 میں آگئے۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ ہمارا تو مقابل تھا کہ ہمارا مقابر
 ایک نئی قلعوں سے ہے، لیکن اس معاملے میں تو شاید
 زیادہ مقامی لوگ دلچسپی لے رہے ہیں۔
 ”ہاں! ضرور یہی بات ہے۔ دُس مسکراتے۔

”پھر آپ کیا پردوگرام ہے؟
 ”پردوگرام کی ہوتا۔ جائیں گے بھی۔ انھوں نے کہا۔
 ”سکاش! انکل کامران مرزا اور شوکی برادر نہ بھی ہمارے
 ساتھ اس مہم میں شریک ہو جاتے۔ کتن مرا آتا یہ محدود
 نے سرد آہ بھری۔

”میرا خیال ہے۔ مرا اب بھی آتے گا۔ انپکٹر جمیش

جب کہ آپ کو معلوم تک نہیں، وہ ہمارے راستے میں کیا
نکادٹ سختی کرنے والے ہیں۔
”اُد اگر وہ نکادٹ سختی کرہی نہ سکیں۔“ اپکڑ جہید نے
مکار کر کھا۔

جی - وہ کے

” بس دیکھتے جاؤ۔ ابھی ہمارے پاس چوبیں گھنٹے ہیں۔ ہم ان چوبیں گھنٹوں میں اپنی تیاری مکمل کر سکتے ہیں، اس طرح کو راستے کی ہر رکاوٹ سے صاف پڑ کر نکل جائیں۔“

"یکن ابا جان : اس طرح مزا کیا آئے گا۔ محمود نے
بُرا سا من بنایا۔

ہاں : مزا تو جب آئے گا۔ جب قدم تقدم پر،
ہم پر حملہ کی جائے ۔ ہم پر گولیوں کی برسات ہو،
اور ہم اس میں نساتے ہوئے ایک پورٹ پر پہنچیں ۔
یکن دہان بھوں کی پارش شروع ہو جائے ۔ اور ہمارا جہاز
بھک سے اڑ جائے اور ہمارے پرانے تک اڑ جائیں ۔
محمد کو مزا تو اس صورت میں آ سکتا ہے صرف : فاروق
نے جعلے کئے انداز میں کہا ۔

آج ترخ مرچیں زیادہ کھالی، میں شایدِ محمود نے

گھورا۔

ڈہ تو اتی جان پھٹے ہی بہت کم استعمال کرتی ہیں۔
ظاہری نے فوراً کہا۔

”اب تم سے کون مغز مارے۔ میرا کہنے کا مطلب
یہ تھا کہ ذرا چھپڑ چاڑ رہے توہ بڑا رہتا ہے۔“
”ذکر کرو بھئی۔ اس کیس میں آخری لمحات تک مم
رہے گی۔ ہمیں صرف اور صرف نظرات سے ہی کھین
ڈے گا۔“

• آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگا یا ؟ فرزاد کے
لئے میں حرفت تھی۔

”جس طرح میں اور اندازے لگایتا ہوں۔“ انپکٹر
جشد مکارے۔

اور پھر وہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔
دوسرا بے دن اپنے وقت سے ایک گھنٹا پہلے ہی وہ گھر
سے نکل پڑے۔ نکلنے وقت انہوں نے بیگم جہشید کو
اللہ حافظ کہا۔ یونکہ اس سفر سے جلد واپس آنے کی
آمید نہیں تھی۔ اور کیا حالات پیش آنے والے تھے،
یہ بھی انھیں نہیں معلوم تھا۔ بیگم جہشید کی آنکھوں میں
انہوں نے لگائے۔

" دیکھو بیگم۔ رخصت کے وقت آنکھوں میں آنسو دلے آیا کرد۔ مُسکرا کر رخصت کرنا بہتر ہوتا ہے۔"

" یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ وہ مسکرائیں۔"

" چلو پھر ٹھیک ہے۔ اپنکڑ جمیل نے ہنس کر کہا۔"

ادوہ باہر نکل گئے۔ ادصر بیگم جمیل کی آنکھوں میں اٹکے ہوئے آنسو باہر نکل گئے۔ باہر ان کی گاڑی باہر تیار کھڑی تھی۔ اپنکڑ جمیل نے ایک نظر گاڑی کو دیکھا۔ اس وقت وہ اپنی گاڑی میں تو جا نہیں سکتے تھے۔ اس یہے کہ گاڑی گھر واپس لانے کے لیے کسی کی خدمات حاصل کرنا پڑتیں۔ لہذا انہوں نے دفتر سے گاڑی منگوائی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی انہیں خطرے کا احساس سا ہوا، دو فروزائیچے اُتر آتے:

" ایک منٹ۔ ذرا آپ بھی نیچے اُتر آئیں۔ دو بولے۔"

" یہ ہوا سر ڈرایور نے کہا۔

" کچھ نہیں ہوا۔ بس ذرا آپ نیچے آ جائیں۔" ڈرایور نیچے اُتر آیا۔ وہ اسے کار سے کچھ دور لے آئے۔ ابھی چند سکنڈ نہیں گزرے تھے کہ کار ایک دھماکے سے اٹ گئی۔ وہ کانپ گئے۔ اگر اس

وقت اپنکڑ جمیل کی چھٹی جس کام نہ دکھی تھا تو وہ تو گئے تھے اس دُنیا سے۔ آس پاس کے دروازے کھل گئے۔ بیگم جمیل بھی باہر نکل آئیں اور خوف زده انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

" اُف ماں۔ ڈرایور نے کانپ کر کہا۔

" دفتر سے لے کر آئے تھے یہ گاڑی۔"

" جی ہاں۔ آئی جی صاحب نے حکم دیا تھا کہ گیراج میں سے فلاں گاڑی نکال کر لے جاؤ۔ اس میں آپ لوگوں کو ایر پورٹ اُنکے لے جانا ہے۔"

" ہوں۔ شکریہ! سوال یہ ہے کہ دشمنوں کو کس طرح معلوم ہوا۔ کہ آئی جی صاحب کون سی گاڑی کا ثہر بتائیں گے؟ اپنکڑ جمیل بڑھاتے۔"

" داقتی۔ یہ سوال بہت اہم ہے۔ خان رحمان بولے۔"

" یہن آپ کو شک کس طرح گرزاں محمود نے پوچھا۔"

" میں نے آئی جی صاحب کو ایک گاڑی کے نمبر بتائے تھے کہ وہ گاڑی بھی جائے، یہن بیٹھنے کے فروزا بعد مجھے احساس ہو گی کہ یہ اس نمبر کی گاڑی نہیں ہے۔ لہذا میں نیچے اُتر آیا اور نمبر پلیٹ کو دیکھ تو وہ اور تھی۔ میں نے فروزا ڈرایور کو بھی نیچے آتا

یا۔ گاڑی کے ساتھ ہمارا سامان بھی ختم ہو گی۔
اب ہمیں اپنی روانگی یہ کرنا پڑے گی۔ سامان
پھر سے تیار کرنا ہو گا اور اب ہم دوسری گاڑی
سے جائیں گے۔ مژہ ڈرائیور آپ دفتر جا کر پورٹ
کریں۔ وہ بولے۔

”یکن ابا جان! ہم اپنی روک یکوں نہ لیں۔
ہمیں ہماڑی گاڑی میں ایر پورٹ تک لے جائیں گے
اور گاڑی واپس بیہان لا کر کھڑی کر دیں گے۔“

”بھی کیا جا سکتا ہے۔ ٹھیک ہے، آپ ڈرائینگ
میں بیٹھیں۔ تم ذرا ایک بار پھر اپنی تیاریاں مکمل کر
لیں۔ جہاز کے لیے بھی یہیں فون کر دیتا ہوں، اسے
یہ کر دیا جائے گا۔“

ڈرائیور کو ڈرائینگ روم میں بٹھا کر وہ اندر آئے
اور اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ آگر انپکڑ جو
ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے۔ باقی لوگ ان کے
پیچے تھے:

”ہماری تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ بس ایک کام رہ گیے
”جی۔ وہ کیا؟“

”آپ کی طرف سے اطمینان کرنا۔ کی آپ ذرا

اپنی تلاشی دینا پسند کریں گے؟“
”کی آپ مجھ پر شکر کر رہے ہیں؟“
”محبوبی ہے۔ اس لیے کہ ایک کار کا تو پہلے
ہی تیا پانچا ہو چکا ہے۔ کہیں اب دوسری کار کا
بھی دبھی حال نہ ہو جائے۔“

”تو کیا آپ کا خیال ہے۔ اس کار میں بھی
نے رکھا تھا؟“
”یہ بات ناممکن تو نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ میری تلاشی لے لیں۔“ اس نے کہا اور
اٹھ کھڑا ہوا۔

انپکڑ جو شدید بُخونی تلاشی یلنے کے لیے آگے بڑھے۔
اس نے بلا کی پھرتی سے پستول نکال لیا:

”جرداد! ہاتھہ اور اٹھا دو۔“
”مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ کہ تم غلط آدمی ہو۔
لہذا... وہ مُکرائے اور جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

”لہذا کیا؟“
لہذا میں نے تمہارا پستول خالی کر دیا تھا۔ اس

وقت جب تم ڈرائینگ روم کی طرف آ رہے تھے:
”ن۔ نہیں۔“ وہ گھبرا گی۔

"اگر یقین نہیں تو گولی چلا کر دیکھ لیں۔"

اس نے یک دم مرجیگر دبا دیا۔ گولی پلنے کی آواز سنائی نہ دی تو اس کا رنگ اڑ گی۔ جھلائیت کے عالم میں اس نے پستول ان پر کھینچ مارا اور خود ڈرائیکٹ دم کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا۔ لیکن محمود نے اپنی سرکاری ڈاگنگ آگئے کر دی، وہ منہ کے بل گرا۔ "دیکھ کر چلو بھائی۔ گر جاؤ گے۔ چوت لگ جائے گی۔ کمال ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ تینوں کام تو ہو بھی چکے ہیں۔ وہ دیکھ کر نہیں چلا، گر چکا ہے اور چوت لگ چکی ہے۔" فرزان نے جھلائی کر کہا۔

"اور کمال کس بات میں ہے؟"

"ان تینوں باتوں کے ہو جانے میں۔ آگر انہیں کیا جلدی تھی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

ڈرائیور اٹھا تو اس کے ناک سے ٹونٹون بہ رہا تھا۔

"ادے! یہ آپ کی ناک کو کیا ہوا؟"

"تم لوگ گئے کام سے: اس نے خوف ناک لجے میں کہا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے یہاں بم چھپا دیا ہے۔ تاکہ آپ لوگوں کے نکلتے ہی بم چھٹ جائے اور آپ کو پھر رکن پڑتے۔ دوسری بات یہ کہ میں راستے میں ایکیڈنٹ کرتا۔ اور تم لوگ زخمی ہو جاتے۔"

تو ڈھیک ہے۔ اب وہ بم صرف تھمارا مزاج پوچھے گا۔ ہم تو باہر نکل رہے ہیں۔ انپکٹر جمیش نے ٹبلائ کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں تھمارے سر پر وار کر دلایا ہوں۔ تم میں گر کر بے ہوش ہو جاؤ گے۔ ہم نکل جائیں گے اور بم چھٹ جائے گا۔"

"نن۔ نہیں۔" اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس مرتبہ فاروق نے اس کے پیٹ میں لات رسید کی۔ ڈرائیور پھر اندھے منہ گرا۔

"بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ یہ کہ فوڑا بتا دو، بم کہا ہے؟"

"اس فرم کے بچھے۔ وہ چلا اٹھا۔

"بچنے کا کس وقت؟"

”صرف اُنھیں منٹ باتی ہے۔ اس نے مجھ کر کر کا۔
انپکٹر جمیل نے فریم کی طرف چھلانگ لگائی اور
بم فریم کے پیچے سے نکال یا۔ دوسرا بھی تھے
وہ اس کو بے کار کر چکے تھے۔ اب انھوں نے
سکون اکا سانس یا۔

”مرٹرڈ رائیوں! اب تو اپنے بادتے میں بتا دیں۔“ انپکٹر
جمیل نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔
”آئی جی صاحب کو حکم دیا گی تھا کہ وہ مجھے اس
کام کے لیے بھیجیں۔“
”کی مطلب۔ کیا آئی جی صاحب،“ انپکٹر جمیل کے
کہتے رک گئے۔

”یہ بات نہیں کہ وہ آپ لوگوں کے دشمن بن چکے ہیں
نہیں۔ وہ اس وقت بھی اس اپنی مخلوق کے پہنچازم
کے ذیر اثر ہیں۔“

”اوہ! اور وہ مخلوق ان سے کام لے رہی ہے؟
ہاں آپ جس جہاز میں سفر کریں گے۔ اس جہا
تک میں بم رکھوایا جا چکا ہے۔“

”اڑے باپ دے۔ اور آپ نے یہ بات ہمیں
کیوں بتا دی؟“

”ناک آپ مجھ سے اچھا سلوک کر سکیں۔“
اپنے بادتے میں بتاؤ۔ تم کس کے لیے کام
کرتے ہو؟“
”سر بخوبی کے لیے۔ اکی نے مجھے دفتر بھیجا تھا۔
”پدیاٹ دے کر کر آئی جی صاحب کو ایک ماہر ادی
کی خردوت ہے۔ وہ اس سے کوئی خاص کام لینا
چاہتے ہیں۔ لہذا سر بخوبی نے مجھے ان سے کے پاس
بیج دیا۔ انھوں نے ہی مجھے بم دیا اور دوسرا پدیاٹ
بھی۔ یہ کہ آپ لوگوں کو ہر حال میں ختم کرنا ہے
اور ایر پریٹ-کم میں پہنچنے دینا ہے۔
”یہ سب باس ہمارے لیے حرمت انجیز ہیں۔“

فان رحمان بولے۔

”ادھر اس چال کے تحت کہیں آپ لوگ
مجھے شکست نہ دے دیں اور ایر پریٹ-کم نہ پہنچ جائیں،
اں جہاز میں بھی بم رکھوا دیا گی۔“

”گویا۔ ہمارے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی جنم
کر دینے پر کسل گئے ہیں۔“

”ان لوگوں کو۔ یعنی غیر قسمی مخلوق کو آپ تمام لوگوں
سے بخلاف کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟“

"ہاں ! تم ٹھیک کئے ہو۔ آؤ۔ میں تمہیں تھوڑا
بچایا گیا؟" بچا کے لیے خصوصی طیارے کا انتظام کیا گیا ہے سر۔
بچا پر پہنچا دوں۔ اس میں سے دلپی پر تمہارے
پکھ ضرور کروں گا۔"

"شکریہ سر۔ بہت شکریہ؟ اس کی آنکھوں
میں برا آمد ہو جائے گا۔"
"الله اپنا حرم فرماتے۔"
انپر جمیل ریسود رکھ کر مرٹے اور دھک سے رہ
آنسو آگئے۔
یہ آنسو کیے؟"

"میں نے آپ کو جان سے مادنے کی کوشش کی
آپ میرے لیے کچھ کرنے کے لیے بھی تیار ہو گئے۔
اصل مقصد انسان کی اصلاح ہے۔ اگر کوئی امرا
پر رضا مند ہو جائے تو ہم اسے جیل یکوں بھیجنیں۔
انہوں نے مسکرا کر کہا۔

پھر انہوں نے اپنی خیز فوس کو فون کی کرماں
ڈرائیور کو لے جائیں۔ اپنی دلپی تک اس کا خیال رکھ
کی ہدایات دیں۔ ایرپورٹ کے حکام کو فون کیا
ان سے پوچھا:

"مجھے بھلا کس پرواز سے جانا تھا؟"
"جی۔ ۹۰۳ اے کے۔"

"اس جہاز میں بم رکھوا دیا گیا ہے۔ پہنچے آپ
تلائش کروں یہ۔ ابھی اس میں مسافروں کو تو نہیں

اُن ساکت = ڈرائیور غائب ہو گئی = تو ہم اسیں
طرح غائب نہیں کی جا سکتے مگر دھان بولے۔
امیرا خیال ہے۔ ہرود کیا جا سکتا ہے۔
تو پھر = وہ ابو ہمیں ہلاک کرنے کے لیے اتنے
پڑا بیل رہے ہیں۔ ہمیں باس طرح غائب کیوں
نہیں کر دیتے؟

سوال بہت ایم ہے۔ اور بہت دلچسپ بھی۔
اس سے پہلے فاروق احمد بھٹی بالکل اسی طرح غائب
ہو چکا ہے۔

اس کا مطلب تو چریے ہوا کہ وہ ہمیں ہلاک
نہیں کرنا چاہتے۔ نیز حب کوششیں مصنوعی ہیں۔ وہ
ماہیت ہیں۔ ہم والی پیش چائیں۔ آخر کیوں۔ وہ ایں
کیوں چاہتے ہیں؟ اسی ساتھ لانا۔
اور آپ کو تو انہوں نے والی پہنچا بھی دیا تھا۔
مودتے کہا۔
اہ! اسی لیے کہ مجھے شوق لگ جاتے والی جانے
کا شدہ بولے۔
پھر اب کیا پروگرام ہے؟
وہ نہیں والی لے جانا چاہتے ہیں۔ اور ہم بھی

پھینک

"اوے۔ ڈرائیور کہاں گی؟
سب لوگ بُری طرح اچھے۔

جیرت ہے۔ ابھی ابھی تو یہاں کھڑا تھا۔ اب اسے
فار ہونے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ انکھوں
نے اس کے سامنے اپنی فوس کو اس کے بارے میں
ہدایات دی تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ دڑا بھی ہے کہ
کوشش کرتا تو انہیں احساس ہو جاتا اور پھر کرے
دروازہ ان کے سامنے تھا۔ یہ ہو، یہی نہیں سکتا
کہ وہ کرے سے بالکل جاتا اور وہ اسے دیکھتے ہے۔
وہ تو ان کے بائیں طرف کھڑا تھا اور بائیں طرف
دروازے کی طرف جانے کے لیے ان کے سامنے ہی
گزرنا پڑتا، یہیں وہ ان کے سامنے سے نہیں
تھا۔ اور اس کرے کا کوتی اور دروازہ بھی نہیں تھا۔

جانا چاہتے ہیں۔ لہذا ہم جائیں گے۔ اور اب انتہا
کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔"

انھوں نے نئے سرے سے تیاری کی۔ اور ایر
پورٹ پہنچ گئے۔ وہاں کے میجر نے ان کا استقبال کیا:
"بم ملا؟" انھوں نے پوچھا۔

"جی ہاں! مل گیا ہے۔" وہ بولा۔

"اللہ کا شکر ہے۔" یہ اب کی پروگرام ہے؟

"آپ کا طیارہ بالکل تیار ہے۔ اس نے کہا۔

"شکر یہ۔ پیلے پھر۔"

وہ انھیں طیارے تک لے آیا۔ جلد ہی وہ اس
طیارے میں پرواز کر رہے تھے۔ چار گھنٹے کے سامنے
کے بعد وہ انشارجہ کے ایر پورٹ پر آتے۔ وہاں
کے حکام نے ان کا استقبال کیا۔ اور فوراً ہی انھیں
ایک کمرے میں لایا گیا:

"معاف یکھیے گا۔ آپ کی یہاں چینگ کی جائے گی۔
کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ انپکٹر جمیڈ ادن کے
سامنے کے بجائے یہاں اور لوگ پہنچنے، ہوں اور تم
انھیں اس عمارت میں پہنچا دیں۔ جہاں یہ عظیم اجلاد

ہو رہا ہے۔"

"چیک ہے۔ ہمیں یہ بات پسند آئی۔"

اُن کی تلاشی لی گئی۔ سامان کی بھی تلاشی ہوئی،
پھر ان کے چہروں پر میک آپ کے امکان کا جائزہ
یا گی۔ کئی سیالوں سے ان کے چہروں کو صاف کیا
گی۔ آخر میجر نے کہا:

"آپ لوگ بالکل فٹ ہیں۔ اب ہمیں آپ پر
کوئی شک نہیں۔"

محمود نے سامنے لگے آئینے میں آٹھ کر اپنا چہرہ
دیکھا تو بول اٹھا:

"بھی واہ! اب تو ہمیں کئی ماہ تک منہ دھونے کی
مزدورت نہیں پڑے گی۔"
سب لوگ مُسکرا دیے۔ اُسی وقت انپکٹر جمیڈ کی
آواز سنائی دی:

"آپ اپنا اہمیناں کر چکے، لیکن ہمارا بھی تو اہمیناں
ہونا چاہیے۔"

"جی۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب ذرا ہم آپ کو چیک کر لیں۔"

"— یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟" میجر جھوپکارہ گیا۔

"کیا میں نے کوئی عجیب۔ کہ دی ٹھیکانہ۔ جی اُن! سنت زیادہ۔ اس سے عجیب بات تو میں بنے گئی تک نہیں ہو گی۔ اس نے کہا۔ چلیے خیر۔ انہوں نے چلے گئے۔ آج تو سن لیں ہم آپ کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی جیب میں کوئی ایسی چیز تو نہیں ہو۔ آپ پڑتے وقت، ہمارے سامان میں یا ہم میں سے کسی کی جیب میں رکھنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔"

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟" میختر نے جھلک کر کہا۔ "اُن واقعی۔ مجھے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیں۔ یکن تلاشی تو آپ کو دینا ہو گی۔" آپ کو اس کا اختیار نہیں۔" غافل رحمان سے وہ مانند سکوری آفیسر کھڑے ہیں۔ انھیں یہاں لے آؤ۔"

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" اس نے تیز آداز میں کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ آپ ویسے، ہی مان جائیں گے۔"

یکن لگتا ہے، آپ نہیں مانیں گے۔" ابھی بات ہے۔ آئیں۔ لے یہ میں تلاشی۔ اس نے کہا۔

"اب آپ کیوں تیار ہو گئے؟ فاروق کے بھے

میں حیرت ہے۔"

اس کے مت سے کوئی لفظ نہ بکل سکا۔ اتنے میں غافل رحمان دو سکوری آفیسر کوئے کر آگئے۔ اپکٹر جمیش نے اپنا تعارض کرایا۔ یہ جھی بتایا کہ وہ کس سفر پر نکلے ہیں۔ پھر یہ بتایا کہ ان کی یہاں کس طرح تلاشی لی گئی۔ سادی تفصیلات سن کر ان میں سے ایک نے بُرا ما

من بنانے کر کہا۔

"آخر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ یہ بتائیں نا۔"

میختر صاحب نے جو کیا۔ یہ ان کا فرض تھا۔

باکل ٹھیک۔ یکن اب ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔

ان کی بھی تلاشی لی جائے۔"

"یہ۔ یہ آپ کی کہ رہے ہیں؟ سکوری آفیسر حیرت زدہ دے گئے۔

میکوں جا بہ! آخر ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"یہ یہاں کے اچھا درج ہیں۔"

آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ

اصل آدمی ہیں۔ کلم جعل ساز نے ان کی جگہ نہیں لے

لی۔ اپکٹر جمیش بولے۔

”بات ان کی بھی ٹھیک ہے۔ ہم حکم نہیں دے سکتے انھیں۔“

”تب پھر میں یہیں سے اپنے ڈمن واپس لوٹ جانا چاہتا ہوں۔ میں بھی اس کانفرنس میں شرکت نہیں کر دیں گا۔“

”ادھو۔ یہ تو معاملہ اٹھا ہو گی۔“ سیکورٹی آفیسر نے کہا۔ سب سوچ میں ڈوب گئے۔ اور آخر ملٹری آفیسر نے کہا:

”یہ معاملہ اب ہمیں اعلیٰ حکام کے سامنے رکھنا ہو گا۔“
”یکن ہم اسی کرے یہیں رہیں گے۔ جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا۔“

”اچھی بات ہے۔ میں ذون کرتا ہوں۔“
ملٹری آفیسر نے کسی کو فون کیا۔ جلد ہی ایک بڑے فوجی آفیسر وہاں آگئے۔ انھوں نے سادی بات سنی۔ پھر فون پر کسی سے بات کی، پھر وہ مینجر کی طرف مڑتے ہوئے بوئے:

”ان لوگوں کا اس کانفرنس میں شرکت کرنا بہت اہم معاملہ ہے۔ لہذا آپ ان کی خدمت پوری کر دیں، انھیں تلاشی دے دیں۔“

”ادھے! ان کے منہ سے نکلا۔“

”اب آپ کی کہتے ہیں؟“

”ہمیں اپنے آفیسر سے بات کرنا پڑے گی۔“

”چھٹیے پھر۔ لا یتے انھیں بھی یہاں۔“

ان میں سے ایک چلا گی۔ جلد ہی ایک ملٹری آفیسر وہاں آیا۔ انپکٹر جنید نے اسے ساری باتی بنا کی۔

اس نے سر، ٹالیا اور مینجر سے بولا:

”اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ فلٹ آدمی نہیں ہیں تو آپ کو تلاشی دینے میں کیا اعتراض ہے۔ آپ تو خوشی سے تلاشی دے دیں۔“

”میں ہرگز تلاشی نہیں دوں گا جناب۔“ مینجر نے چلا کر کہا۔

”آخر کیوں۔ وجہ؟“

”یہ ایک چھوٹے سے ٹک کے انپکٹر ہیں اور انشادج کے ایر پورٹ کے مینجر کی تلاشی یہیں گئی۔ آخر انھیں اس کا اختیار کس نے دیا؟“ اس نے پُرزور لجھے میں کہا۔

”بات تو ٹھیک ہے۔ کئی آوازیں اُبھریں۔“

اب انھوں نے دیکھا۔ ایر پورٹ کا عمد وہاں جمع ہوتا جا رہا تھا۔

"جی بہت بہتر۔ بینخ نے تبللا کر کھا۔

"اب انکلہ بحثید نے اس کی تلاشی لی۔ اس کی
بیسوں سے جو بکھ نکلا چلا گیا، وہ سب کے سامنے
یمز پر ڈھیر کرتے گئے۔ اور پھر سیاہ دنگ کی ایک ڈبیا۔
ان کے ڈنگ میں نظر آئی۔ وہ سب چونک اٹھے۔ اس قم
کی ڈبیا فاروق احمد بھٹی کی جیب سے نکلی تھی۔

"اس کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بہت لمبے فاصلے کے
لیے طرفیں ہیں۔ یکڑوں میں دور ہونے والی بات چیز
آپ یہاں بیٹھے آسانی سے سُن سکتے ہیں:

"ہگوں تو پھر۔ آپ کی کہاں چاہتے ہیں؟

"یا آں۔ یہ ہمارے سامنے سامان میں رکھنے والے
تھے، لیکن ہم نے جب تلاشی کے دران ان پر کڑی
نظر رکھی تو یہ ایسا نہ کر سکے، لیکن ان کا پردگرام تھا
کہ ہمیں یہاں سے کار کی طرف روانہ کر دی اور
سامان ہمارے پیچے بھجوائیں، اس دران یا آں سامان
میں رکھا جاتے۔ جانتے ہیں، اس سے کیا ہوتا؟"

"کیا ہوتا؟"

"یہ کہ اس کافرنیس کی تمام کارروائی شن لی جاتی
اور ہمارا کوئی پردگرام راز نہ رہ جاتا۔"

"اوہ بہان کے منہ سے بکلا ڈالنے کا۔
"مرد بینخ اب آپ کی کہتے ہیں پھر۔
"اب میں کیس کھوں گا۔ میرے پاس اب لکھ کے
یہ روپی کیا گیا ہے۔ یہ لوگ حدود بھے چالاک ہیں۔
"تب پھر ہمیں۔ دہان تحریک کیوں ہونے دیا جا
رہا ہے؟ قادار، دوں آٹھا۔
"کی مطلب یہ وہ سب دوں آٹھے لانہ۔" ناہل۔
"مطلب یہ کہ ایک طرف تو ہمارے راستے میں روپے
اکھیے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف یہ لوگ یہ بھی
چاہتے ہیں کہ ہم اس مم پر رہرو روانہ ہوں۔ اس
کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ جس کو چاہتے ہیں۔
نخایت آسانی سے بالکل غائب کر دیتے ہیں۔ تب پھر
ہمیں انھوں نے غائب کیوں نہ کر دیا۔
"ہگوں یہ تو واقعی رہست عجیب بات ہے۔
اور دیکھ میں آنے والی ملڑی آفسرنے کا۔
نیز۔ اس پر ہم خود خور کر لیں گے۔ اب آپ ہمیں
کافرنیس ہل ٹک پہنچانے کا اختیام کریں۔"
"تمام اختیام مکمل ہے۔ آپ آئیے۔ اب آپ کے
سامان میں بھی کوئی چیز نہیں رکھی جائے گی۔"

رکھی جائے گی تو بھی یہ اس پروگرام کے حق میں نہ
ہو گی۔ ہمارے نہیں۔ انپکٹر جمیش مکارے۔
کیا مطلب ہے ملڑی آفیرنے انھیں گھورا۔
یہ ہر بات کا مطلب نہیں بتا سکتا۔ اپنے ملک
کی نمائندگی کرنے کے لیے آیا ہوں اور کروں گا۔
اور پھر انھیں ایک بڑی کار میں بٹھایا گی۔ ان
کا سامان دوسری گاڑی میں رکھا گی۔ دوسری گاڑی ان
کے تیچھے رومنہ ہوتی۔

ان کا یہ سفر دو گھنٹے کا شہادت ہوا۔ گویا کافی
شہر سے بہت دور کسی مقام پر رکھی گئی تھی۔ اور جد
وہ وہاں پہنچنے اور کار سے آترے تو اس مقام کو دیکھ
کر حیرت زده رہ گئے۔ انھوں نے اس قدر خوب صورت
دلغزیب اور پُر بہار مقام زندگی۔ میں پہنچنے کبھی نہیں دیکھی
تھا۔ ایک بہت بڑا میدان تھا۔ اس میدان میں
خاص ترتیب سے درخت اور پودے لگے ہوئے تھے۔
پورے میدان میں بہت دبیز گھاس لگی تھی، جو بزر قایلہ
کی طرح محسوس ہوتی تھی۔ اس میں پاؤں دس سی دس
جاتے تھے۔ ان درختوں پر مختلف رنگوں کے پھول
اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ہزار لا کم کے پورے پھول

سے لدے تھے اور ان کی خوبصورت سے وہ پورا میدان
بیک نہ تھا۔ اس میدان میں پار راستے تھے۔ یہ چاروں
راستے میدان میں بنائی گئی ایک بڑی عمارت اُنک جاتے
تھے۔ ابھی انھوں نے عمارت کا جائزہ نہیں یا تھا۔
اب وہ پیدل اس عمارت کی طرف چلنے لگے۔ عمارت
کے قریب پہنچ کر انھیں عجیب سی فرحت کا احساس
ہوا۔ جدید طرز پر بنائی گئی اس عمارت میں دل کشی
کی ہر چیز موجود تھی۔ نہانے کا تالاب، زینگین چھپیوں
کے تالاب۔ پوری عمارت نگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔
اور سفید دودھ جیسی نظر آ رہی تھی۔

یہ نظارہ بھی اس عمارت کے باہر کا تھا۔ ابھی
وہ انہوں تو گئے نہیں تھے۔ انھیں عمارت کے دروازے
پر ہی روک ریا گی تھا:

یہاں آپ کو تلاشی کے مرحلے سے گزرنا پڑے
گا۔ انشاد جو کے انتہائی ذئے دار آدمی تلاشی لیں
گے۔ ان کے پاس تلاشی کے جدید ترین آلات ہیں،
ایسے کھرے موجود ہیں کہ اگر کوئی میک آپ میں آئے
گا تو وہ کھرے اس کی اصل صورت دکھائیں گے۔
غرض یہ کہ اس عمارت میں ایک بھی غلط آدمی داخل

”آپ لوگ بالکل درست ہیں۔ آپ کے بارے میں
یہی قسم کا کوئی شک نہیں رہا۔
”بہت بہت شکریہ! وہ بولے۔
”آپ اس طرف سے تشریف لے جائیں۔ میں آپ
کو آپ کے کروں تک پہنچا آتا ہوں۔
”جی نہیں۔ ہم اپنے کروں میں نہیں جائیں گے۔
انپکٹر جہید بولے۔
”یہ مطلب؟ چینگ کرنے والے چونک کر بولے۔
”ہم یہاں کام کرنے نہ ہیں۔ اور کام بھی بے
شروع کر رہے ہیں۔
”کسی بھی قسم کے کام سے پہلے اجلاس ہو گا۔
اس اجلاس میں جو باتیں طے ہوں گی، ان کے
مطابق کام شروع کیا جائے گا، لہذا آپ اسی وقت
سے کام کیے شروع کر سکتے ہیں۔
”آپ بھی تو چینگ کا کام کر رہے ہیں؟ فاروق بولا۔
”یہ اور کام ہے۔
”ہم اسی کام کے سلے میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ محمود
نے کہا۔
”کیا مطلب؟

”نہیں ہو سکتے۔ ملٹری آفیسر نے گویا تعارف کرایا، پھر وہ انھیں
دہاں چھوڑ کر چلا گیا۔
”آپ اس طرف تشریف لے آئیں۔ آپ کو آدھ گھنٹے
تک رحمت اٹھانا پڑے گی۔ آمید ہے کہ آپ معاف کر
دیں گے۔
”اگر سب کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ تب
تو ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور اگر یہ سلوک صرف
ہم سے کیا جا رہا ہے تو ہم ضرور اعتراض کریں گے۔
”تمام مہماںوں کے ساتھ یہ سلوک ہو گا۔
”اور جو لوگ انشادجہ کے آئیں گے؟ انپکٹر جہید بولے۔
”کیا مطلب؟ اس نے چونک کر کہا۔
”مطلب یہ کہ۔ جب انشادجہ والے یہاں شرکت
کے لیے آئیں گے تو کیا آپ ان کی تلاشی بھی لیں گے
انھوں نے کہا۔
”ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔ اس نے مسکرا کر کہا۔
”تب آپ شوق سے اپنا اطمینان کریں۔ انپکٹر جہید
بھی بحاب میں مسکراتے۔
آدھ گھنٹے تک انھیں مختلف قسم کی چینگ کا سامنا
کرنا پڑا۔ تب کیسی جا کر ان سے کہا گیا:

مطلب یہ کہ جو لوگ آنے والے ہیں۔ ہم دیکھنا چاہئے ہیں۔ کہ ان کی چیلنج بوتی ہے یا نہیں، اور اچھی طرح ہوتی ہے یا نہیں۔ فرزاد نے مہما۔

فرزاد! تم نے بالکل صحیح کہا، لیکن ہم ایک اور چیز کو بھی چیک کرنا چاہتے ہیں۔ انپکٹر جہشید پر امراء انداز میں بوئے۔

”ادد وہ کیا آتا جان؟“

”یہ کہ... وہ کہنے لگے، لیکن پھر انہوں نے الفاظ دریان میں پھوڑ دیے۔

”یکا ہوا۔ آپ پچھ لئے کہتے رک یکوں گئے؟“

”ایک بات۔ خاص بات یاد آگئی تھی۔“

”میں اس وقت پچھ اور لوگ آ گئے۔ اور چیلنج کرنے والوں کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ معلوم ہوا، آنے والے شاد جہان کے لوگ تھے۔ ان کی بھی بالکل اسی انداز میں چیلنج کی گئی۔ جس انداز میں ان کی کی گئی تھی۔ پھر انھیں ایک شخص ان کے کردوں تک پہنچانے کے لیے ساتھ لے کر چلا گی۔“

”اوہو۔ آپ اب تک یہیں کھڑے ہیں؟“

”ہاں! اور ہم کی کر سکتے ہیں، مجبوری ہے۔“

”چیلنج کرنا، سارا کام ہے۔ اور یہ کام یہاں صرف ہم کریں گے، لہذا آپ اپنے کروں میں جا کر آدم فرمائیں۔“
”جی نہیں۔ چیلنج کرنا، ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے، ورنہ یہ گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔“
”یہ مطلب؟ وہ پوچنے۔

”ہم یہاں رہ کر باقی لوگوں کی چیلنج ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں، اگر آپ لوگوں کو اس پر اعتراض ہے تو اس اجلاس کے سب سے بڑے ذائقے دار سے فون پر یا بیسی آپ رابط کر سکتے ہیں۔ بات کر لیں۔ ہمارے بارے میں اور ہماری خواہش کے بارے میں انھیں بتا دیں۔ اگر انہوں نے بھی یہ بات پسند نہ کی، یعنی ہماری بات۔ تو ہم ان سے صرف ایک بات کہیں گے اور وہ ہماری بات مان لیں گے۔“

”بات پہنچنے نہیں پڑتی۔“

”سب سے بڑا ذائقے دار اس اجلاس کا کون ہے؟“

”مشتر رونگ۔“ ایک نے فوراً کہا۔

”شکریہ! ان سے بات کرنا ہو تو آپ یہ سمجھتے ہیں؟ کیا وہ انہ موجود ہیں؟“

”جی ہاں! موجود ہیں۔ لیکن یہاں سے کافی دور۔“

• یکن یہ ان کا کام نہیں ہے:-
 • ہم ان سے یہ بات کر چکے ہیں۔ اس کے جواب
 میں انھوں نے ایک لود عجیب بات کی ہے:-
 • اور وہ کیا؟ پڑکنگ کی آواز میں اب غصہ تھا۔
 • یہ کہ آپ ان سے بات کر لیں۔ وہ آپ سے
 صرف ایک بات کیسیں گے اور آپ ان کی بات مان
 لیں گے:-
 • عجیب لوگ لگتے ہیں۔ خیر میں ان سے بات کیے
 لیتا ہوں۔ بلاں انھیں سیٹ کے پاس۔ دوسری طرف
 سے کہا گیا۔
 • آئیے جاہ۔ فرطوش نے گرا سا منہ بنایا کہا۔
 • آئی۔ ہیلو میٹر دوکنگ۔ میں انپکٹر جنید بات کر رہا
 ہوں۔ دیکھیے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں شہر کر چکنگ
 کے کام کی چکنگ کریں تو اس میں آخر کیا حرج ہے؟
 • چکنگ کے کام کی چکنگ؟ اس نے چران ہو کر کہا۔
 • جی ہاں!
 • یکن یہ کام آپ کا نہیں ہے:-
 • تو کیا جن لوگوں کا یہ کام ہے۔ صرف دہی یہ کام
 کر سکتے ہیں؟

لہذا داڑلیں پڑ، ہی ان سے بات ہو سکتی ہے:
 • تو کریں بات۔
 • آپ لوگ کچھ مددی قسم کے ہیں۔
 • ہاں! آپ یہ بات لکھ سکتے ہیں، ہم نے آپ کی
 بات کا ذرا بھی بُرا نہیں مانا۔
 • شکریہ۔ اس نے بُرا سامنہ بنایا کہا اور داڑلیں پر
 رابطہ کرنے لگا۔ جلد ہی اس نے کہا:
 • ہیلو سر۔ فرطوش، بات کر رہا ہوں۔
 • ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟ دوسری طرف سے ایک
 بخاری بھر کم آواز سنائی دی۔
 • پاک لینڈ کے انپکٹر جنید اور ان کے ساتھی آپ چکے ہیں۔
 • یہ کون سی نئی خبر ہوئی۔ دوسری طرف سے شاید گرا
 سا منہ بنایا کہا گیا۔
 • یہ نئی بات نہیں ہوئی۔ یکن سر۔ نئی بات یہ تو
 ہے ناگر وہ چکنگ کے بعد یہاں سے اپنے کروں میں
 جاتا پسند نہیں کر رہے۔
 • یہ مطلب۔ اور وہ کہاں جاتا پسند کرتے ہیں؟ دوسری
 طرف سے جلا کر کہا گیا۔
 • یہیں شہر کر خود بھی چکنگ گرنا۔

"ہاں ! یہاں بھی ہو گا۔ آپ کے اصول نہیں پہنچ گے؛ دوسری طرف سے تیز بجے میں کہا گی۔
آپ کی مرضی۔ انپکٹر جشید بولے۔
آپ کچھ اور کہا چاہتے ہیں ؟
ہاں ! ہم وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ جس کو مجھ کر آپ، سماری بات مان لیں گے؟
آخر وہ کیا بات ہے ؟
یہ کہ۔ یہ چینگ کرنے والوں کی چینگ کی جا چکی
ہے؟ انپکٹر جشید نے کہا۔
یہ مطلب ہے؛ روکنگ نے زور سے کہا۔

روکنگ

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزد گئے، آخر روکنگ نے
جلائے ہوئے انداز میں کہا:
"سر انپکٹر جشید۔ کیا آپ دوسروں کا وقت برپا
کرنے کے ماہر ہیں ؟"
کم از کم میں اس کام کا ہرگز ماہر نہیں ہوں۔
وقت بھی قسمی چیز بھی کہیں برپا کرنے کے لیے ہے۔
یہکن اس وقت تو آپ بھی کر رہے ہیں:
بھی نہیں۔ میں اس کو آباد کرنے کی پوری کوشش
کر رہا ہوں۔"

"کس کی بات کر رہے ہیں ؟ روکنگ نے تملک کر کہا۔
"وقت کو آباد کرنے کی۔"
اُف۔ آپ آخر چاہتے کیا ہیں ؟
ایک اصولی بات۔ ان چینگ کرنے والوں کی

چیلگ کرنا چاہتا ہوں۔ دُہ بھی آپ کی موجودگی میں:

" یہ خاص لوگ ہیں۔ جانے پہچانے ہیں:

" تب بھی چیلگ میں کی حرج ہے۔ ذرا سوچیں۔

" ہم جس سلے میں یہاں جمع ہوتے ہیں۔ کیا، وہ غیر اہم ہے؟ انپکٹر جمیش نے کہا۔

" اس وقت دُنیا میں اس سے اہم کام کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ پوری دُنیا کو اس نئی مخلوق سے زبردست خطرہ ہے۔ اس نے کہا۔

" تب پھر۔ آپ کیوں بحث کر رہے ہیں۔
جلد از جلد یہاں تشریف لے آئیں۔ اور ہمیں چیلگ کرنے ہوئے خود دیکھیں:

" اچھی بات ہے، میں آرہا ہوں۔ لیکن اس پوری مم کے دوران آپ کو میں ناپسندیدہ افراد کی بیٹ میں سب سے اوپر رکھوں گا۔"

" اد ہو! تو پیا آپ نے اس مم کے دوران پسندیدہ اور ناپسندیدہ افراد الگ الگ کرنے ہیں؟ انپکٹر جمیش نے چونک کر کہا۔

" نہیں۔ یہ بات صرف آپ کے لیے ہوگی:

" ہم کسی کے لیے پسندیدہ ہیں یا ناپسندیدہ۔ میں

اس کی بالکل بھی پروا نہیں۔ انپکٹر جمیش بولے۔

" اچھی بات ہے۔ میں آرہا ہوں۔ اور ساتھ میں

کچھ اور لوگوں کو بھی لا رہا ہوں۔ تاکہ دُہ بھی دیکھ لیں

کہ آپ لوگ وقت کس طرح ضائع کرتے ہیں۔"

" ہماری وجہ سے اگر آپ کا وقت بر باد ہوا تو، ہم

اس اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔"

" اس سے ہماری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے

گا۔ اس نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ اور نہ ہماری صحت پر۔ آپ تشریف

لارہے ہیں یا، ہم اپنا کام شروع کریں؟"

" اپنا کام۔ یعنی واپس جانے کا؟" اس نے چران

ہو کر کہا۔

" جی نہیں۔" اس طرح ہم واپس جانے والے کہاں

ہیں۔ میرا مطلب چیلگ کرنے سے تھا۔"

" بخوبی۔ آپ میرے آنے تک کچھ نہیں کریں گے۔"

" شکریہ۔ تو پھر تشریف لے آئیں۔"

داڑلیں سیٹ پر آواز بند ہو گئی۔ فرطوش نے

اسے بند کر دیا اور ان سے بولا:

" تو آپ، ہم لوگوں کی چیلگ کرنا چاہتے ہیں۔"

"آخر اس میں اعتراض والی بات کیا ہے؟ انپکٹر جھیڈ نے جواب دیا۔
"بائلک کوئی نہیں۔ اس نے پُر زود انداز میں کہا۔
"شکریہ! کوئی تو یہاں ایسا ہے۔ جسے کوئی اعتراض نہیں؟ وہ بولے۔

تین منٹ بعد بہت بلے قد کا ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ تین اور آدمی آتے۔ ان کے جسموں پر بہت قسمی بس تھے۔

"تو آپ ہیں انپکٹر جھیڈ؟ آنے والے بلے قد کے آدمی نے کہا۔

"جی ہاں! اور آپ مسٹر دوکنگ ہیں؟

"ہاں! ابم فرمائیے۔ آپ کی چاہتے ہیں؟

"اصلی طور پر ران چینگ کرنے والوں کی چیلنج فرڈ ہونی چاہیے تھی، لیکن یہ کام نہیں سی گی۔"

"ہمیں ان پر اطمینان جو ہے۔ پچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے مزہ بنایا۔

"لیکن میرے خیال میں ضرورت تھی۔ اچھا کی آپ ان لوگوں کو اچھی طرح پچانتے ہیں؟"

"ہاں! یہ میرے دفتر کے لوگ ہیں۔ اس نے بتایا۔

"شکریہ۔ ملاختہ فرمائیں۔ ان میں کوئی آپ کو غلط آدی تو نظر نہیں آ رہا۔"
"بائلک نہیں۔"

"تب پھر اس یکمرے کے ذریعے انھیں دیکھ لینے میں کیا عرج ہے۔ جس کے ذریعے یہ سب کو چیک کر رہے ہیں۔ یونک اگر کوئی میک آپ میں ہو تو اس یکمرے کے ذریعے اس کا اصل چہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اس میں آخر کتنی دیر ملگ جائے گی۔ کتنا وقت بریاد ہو جائے گا؟"

"ادہ! نہیں۔ اس میں بائلک وقت ضائع نہیں ہو گا۔ یہک مجھے یہاں تو آنا پڑا۔ کی اس میں وقت ضائع نہیں ہوا؟"

"اس طرح تو ہر آنے والے کا آدھ گھٹا ضائع کی بارہا ہے۔"

"اچھا خیر۔ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے۔ لایتے۔ ان لوگوں کو اس یکمرے میں دیکھ لیتے ہیں۔ لاد فرطوش یکمرے مجھے دو۔"

"کمرہ روکنگ کو دے دیا۔"

اس نے اس پر آنکھ جھانی اور ان میں سے ایک کو باری باری دیکھنے لگا۔ جب سب کو دیکھ دیا تو بولا:

"میں اپنا اہلینان کر چکا ہوں۔ یہ لوگ بالکل ٹھیک ہیں۔"

"ابھی تو صرف یہ بات ثابت ہوئی ہے جاہرا میں سے کوئی میک اپ میں نہیں ہے۔ انپکٹر جمیڈ طنزیہ انداز میں کہا۔"

"تو پھر۔ آپ اور کیا چیز چیک کرنا چاہتے ہیں؟"

"میک اپ میں نہ ہوتے ہوئے بھی تو کچھ غدار ہوتے ہیں۔ انھوں نے طنزیہ لجھ میں کہا۔"

"بالکل ٹھیک۔ میں کب کہتا ہوں کہ نہیں وہ اس نے کہا۔"

"تب پھر ان کی چیک باقی مراحل میں بھی کہا۔"

"اچا بابا۔ آپ کا اہلینان اب کرانا ہی ہو گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔ یہی، ہم چاہتے ہیں۔"

روکنگ نے ان میں سے ہر ایک کو چیک کیا۔ ان مرحلوں میں سے گزارا۔ جن سے دہ گزرے اور آخر میں اپنا فیصلہ سنایا۔

"یہ لوگ بالکل ٹھیک ثابت ہوئے ہیں۔"

"اوہ، ہو اچھا۔ کمال ہے۔ وہ جیزان ہو کر جوے۔"

"اس میں اب کمال کی کیا بات ہے۔ کیا آپ کو یقین تھا کہ یہ ٹھیک ثابت نہیں ہوں گے؟"

"ہاں! ان میں سے ایک تو ضرور غلط ثابت کی جا سکتا ہے۔ بلکہ دو۔"

"کیا مطلب ہے روکنگ زور سے اچھلا۔"

"لا یئے۔ اب ذرا، ہم چیک کر کے دکھائیں۔" یہ کہ کر انپکٹر جمیڈ نے کیمرہ فرطوش کے ہاتھ سے اچک کیا۔

"یہ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرطوش نے چلا کر کہا۔ "چیک" یہ کہ انھوں نے کیمرے سے آنکھ لگا دی، یکن ساتھ ہی فرطوش نے ان سے کیمرہ چھین لینے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

"جس طرح مجھ سے کیمرہ چھینا گی۔ اس سے تو اس بات کو پہنچلی ملتی ہے کہ ان میں کوئی غلط آدمی ضرور ہے، لہذا اب یہ معاملہ سب کے سامنے طے ہو گا۔"

"سب کو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک تماشا ان جائے گی یہ بات۔"

"تماشا تو اب ہو کر رہے گا۔" انھوں نے کہا۔ اب

یک تین افراد بالکل خاموشی سے یہ سب پچھے دیکھنے رہے تھے، لیکن اب ان سے بھی رہا نہ گی۔ ایک بول اُٹھا:

”انپکٹر جمیش اگر اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں تو روکنگ تو انھیں اطمینان کر لینے دیا جائے۔“
”ہاں بالکل۔ باقی دو ایک ساتھ بولے۔“

”اب یہ اطمینان سب کے سامنے ہو گا جناب۔“
انپکٹر جمیش بولے۔

روکنگ نے انہیں تیز نظروں سے گھورا۔

”ٹھیک ہے، آئیے۔ ہم سب کو ہاں میں بُلاتے ہیں۔“
اس کے لیے ہمیں ساتھ جانے کی ضرورت نہیں،
آپ جا کر سب کو ہاں میں جمع کریں۔ ہم ان لوگوں
کو ساتھ لے کر ہاں میں آئیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔“ اس نے فوراً کہا اور اپنے تنہیں
ساتھیوں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ وہ وہیں کھڑے
رہ گئے۔ اب فرطوش انھیں کہا جانے والی نظروں
سے دیکھ رہا تھا۔

”ذرا آپ اپنا یہ کیمروہ دیں گے۔“

”نہیں۔ اب سب کے سامنے چکنگ ہو تو رہی ہے۔“

فرطوش نے کہا۔
”جی ہاں! وہ تو خیر ہو رہی ہے۔“

”مستر باسر۔ آپ ذرا خیال رکھیے۔ میں پیش اب کر
آؤں۔“ فرطوش بولا۔

”او کے سر۔ اس کے ایک ساتھی نے کہا۔
”نہیں جناب۔ اب آپ کمیں نہیں جا سکیں گے۔“ انپکٹر
جمیش بولے۔

”کی مطلب؟“

”اب آپ کو ہمارا نظرود میں رہنا ہو گا۔
جب تک کہ آپ چکنگ کے مرحلے سے نہیں گزر جاتے۔“
انھوں نے کہا۔

”آپ مجھے روکنے والے کون ہوتے ہیں۔“ مسٹر روکنگ
ہرگز یہ پدایت نہیں دے گئے کہ میں یہیں ٹھہرا دیوں:
یہ کہ کر وہ جانے کے لیے ہڑا۔ کیمروہ اس نے اپنے انتہا
میں ہی دکھا۔

”یہ کیمروہ تو مستر باسر کو دیتے جائیں۔“ انپکٹر جمیش
نے کہا۔

”یہ کیمروہ میں کسی کو نہیں دے سکتا۔“
اس نے کہا اور فوراً کمرے سے نکلنے کے لیے

در داڑے کی طرف۔ رضا، لیکن انہ سے من گرا اور سارے
ہی اس کے من سے چیخ نیکل گئی۔

"انہ سے ہو یا۔ خدا نے آنکھیں نہیں دیں تاں
نے چیخ کر محمود سے کہا، یکونکہ اس نے آگے بڑھ کر پہلے
ڈالنی تھی۔

"بھی بھی انہا بن جاتا ہوں۔ دوسروں کو اپنی
دیکھنے کے لیے۔ محمود نے من بنایا۔

اس نے فرداً اٹھنے کی کوشش کی، لیکن پھر پھل
گرا۔ فرش بہت چکنا تھا۔ اب جو وہ آٹھا تو حیران
رہ گی اور چیخ پڑا:

"ادے۔ یکھڑہ کھاں گیا؟"

"یکھڑہ اب والا ہے۔ جماں آپ نہیں پہنچ سکے
آپ لوگ۔ بہت بد اخلاق۔ اجدُ اور گزارہ ہیں
کس بے وقوف نے آپ کو اس اجلاس کی دعوت
دی بے۔ میں آپ لوگوں کی شرکت ختم کرا کر
وہوں گاٹ۔

"ایک تلاشی لینے والے میں اس قدر طاقت ہوں
ہے؟ وہ بولے۔

"میری طاقت کا اندازہ تو آپ اس سے لائے

ہیں کہ۔ اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت
سرپرہ بیک اندر داخل ہوئے تھے۔
آئے جاپ! سب لوگ ہاں میں جمع ہو چکے ہیں۔
پہلے جاپ! انپکٹر جسید نے چیلگ کرنے والوں
کے کہا۔

یہ بعد میں آئیں گے۔ پہلے آپ تو ان کے درمیان
پہنچیں۔ اور وضاحت کریں کہ سب کو اس طرح اپانک
کوں جمع کیا گی ہے۔

نیں جاپ۔ یہ ساتھ جائیں گے۔

آپ بحیث صدی ہیں۔ روکنگ غرایا۔

آپ ہمارے بارے میں پچھ جھی کر لیں۔ کوئی نام
بھی ہمیں دے لیں۔ ہم بڑا نہیں مانیں گے۔ یکونکہ
اس میں بُرا مانتے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاں، اگر
آپ چیلگ کے راستے میں رکا دٹ۔ نیں گے تو ہم ضرور
بُرا مانیں گے۔

پھلو بھی۔ ان کے آگے اجلاس والے کمرے میں چلو۔
وہ دہل سے نیکل کر ایک براہمی میں چلنے
گئے۔ روکنگ سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچے

فرطوش اور اس کے ساتھی تھے۔ اور پھر وہ تھے۔
روکنگ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر واصل
گی۔ اس کے پیچے فرطوش اور اس کے ساتھی دامن
ہو گئے۔ اب ان کی بادی آئی۔ جو نہیں وہ کمرے
واضل ہوئے۔ چونک اٹھے۔ یکونک ان کی طرف تین دفعے
کلاشن کوفیں اٹھی ہوئی تھیں۔

وہ ہوتا ہے

"بہت چالا کیاں دکھا یں، اب تم ہاتھ اوپر اٹھا دو۔"
"یہ۔ یہ کیا مسئلہ روکنگ؟ انپکٹر جیشید مسکرا کر ہوتے۔
"وہی۔ جو تم ثابت کرنا چاہتے تھے۔ تم نے ہاتھ
نہیں اٹھائے۔ وہ غرایا۔

"پلو اٹھا دیجئی، ورنہ ان کے دل ٹوٹ جائیں گے۔
انہوں نے کہا اور ہاتھ اٹھا دیے۔

"وہ کیمرو کہاں ہے؟"
"ادھو۔ وہ تو اسی کمرے میں رہ گی۔ چکنگ والے
کمرے میں۔ فرزاد بولی۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلک کر کہا، یہ کن ران پر
آئے۔ مار سکا، یکونک ہاتھ اوپر اٹھا ہوا تھا۔
جاوہ باسر۔ وہاں سے کیمرو اٹھا لاؤ۔" فرطوش نے
جل بھی کر کہا۔

ہاں بھئی - جاؤ - محمود نے کہا۔

"کمال ہے۔ جس اجلاس کا سربراہ ہی غلط ہے۔
وہ اجلاس بھی کیسے اجلاس ہو گا؟ پروفیسر داؤد کے پیچے
میں بلا کی حرمت تھی۔

"بکو مت تے تم بھارا کھیل خراب کرنے پڑے تھے
ہم اب تمھارا کھیل ختم کریں گے۔

"خراب کرنے کے بدلتے میں آپ بھی خراب کر لیں۔
ختم تو نہ کریں۔ فاروق نے درخواست کی۔

"چھپ۔ فردہ زبان پھینگ لیں گے گدی سے پھرلوٹی
نے کہا۔

"یہ کام کر کے آپ ہم پر بست مڑلا اححان کریں گے
محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟

"اب اس بات کا مطلب کیا یتادل۔ ہم خود اس
کی زبان کے ستائے ہوتے ہیں۔

"یا رانی حالات میں تو ایک دوسرے کی کاٹ
کر دیکھ تو دو۔ کس قدر شگین حالات ہیں۔ یعنی
تین کلاش کوفیں، ہم پر اٹھی ہوتی ہیں۔ خان رحمن

کئی منت گزد گئے ، یہ کن فرزاں نہ آئی :

"فرطوش - وہ اُتو کا پٹھا باسر کہاں رہ گیا - م
دیکھو اسے جا کر - اور ان دونوں کو یکمہ سے سیست یہاں
لاوہ - روکنگ نے کہا۔

"اچھی بات ہے سر۔ فرطوش نے کہا اور کمرے سے
نکل گیا۔

تین منت اور گزد گئے ، یہ کن فرطوش بھی انھیں سے
کر نہ ہوٹا۔

"یہ - یہ لوگ کی کرد ہے ہیں - جا کر واپس نہیں آئے
ہو سکتا ہے ، یکمہ نہ ملا ہو سر۔ ان میں سے
ایک نے کہا۔

"تم جا کر دیکھو۔ روکنگ بولا۔

"یہ کن سر - کلاشن کوف کا کیا کروں ہے
ساتھ لے جاؤ - یہاں دو کلاشن کوفیں بھی کافی
ہیں؟ روکنگ نے کہا۔

وہ بھی چلا گیا۔

"مرٹر روکنگ - آخر تم ہماری چال میں آہی گئے
انپکٹر جمیش بولے۔

"لگ - کون سی چال ہے وہ چونکا۔

"یہاں اب دو کلاشن کوفیں رہ گئی ہیں۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"وہ دیکھو - اس سے وہ ہوتا ہے۔"

انھوں نے ان کے تیجھے اشارہ کیا - وہ سب چونک
کہ ادھر مڑے - یہی وہ لمحہ تھا جب خان رحمان اور
انپکٹر جمیش نے دونوں کلاشن کوف برداروں پر چلانگیں لگائیں،
وہ من کے بل گرے ، کلاشن کوفیں ان کے ہاتھوں سے
نکل گئیں - محمود اور فاروق پہنچے ، ہی جانتے تھے کہ یہ
ہو گا - لہذا وہ کلاشن کوفوں پر چھٹنے کے لیے پہنچے
ہی بالکل تیار تھے - اس سے پہنچے کہ روکنگ کچھ کر
سکتا - وہ کلاشن کوفیں اٹھائے بالکل سیدھے کھڑے
ہو پہنچے تھے۔

"اب تم لوگ ہاتھ اٹھا دو - یہی وہ ترکیب تھی -
ایک ہی وقت میں تین کلاشن کوفوں سے پچھا بہت مشکل
تھا ، یہ کن دو سے ہم کسی دل کسی طرح بچ سکتے تھے -
یہ اور بات ہے کہ ان دونوں کو فائز کرنے کا موقع نہ
مل سکا - اور اب میں فرزاں والے کلاشن کوف بردار
کو دیکھوں ذرا - یہ کہ انپکٹر جمیش کمرے سے نکل
گئے - جلد ہی وہ اس طرح اندر داخل ہوئے کہ

کلاشن کوف ان کے ٹاچھی میں تھی اور روکنگ کے دوزار
ساتھی ٹاچھے اپر اٹھائے اندر آ رہے تھے۔ فرزاد سب
سے چیپھے تھی۔ اس کے ٹاچھے میں یکمرو تھا۔
یہ دلہ دوہ یکمرو۔ جس کے لیے آپ سب لوگ
بریشان ہو رہے تھے۔ یہ کہتے ہوئے فرزاد نے اے
آنکھوں سے لگایا اور پھر اچھل پڑی۔

"اے : یہ تو۔ اس کی شکل تو بہت بیباک
کی ہے۔ اب تو یہ روکنگ ہرگز نہیں لگ رہا۔
چلو کوئی بات نہیں۔ چھوٹ کلا ڈرامے کے کام آئے
گی۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

”لگ کیا؟ پروفیسر داؤڈ بے خیالی کے عالم میں بولے
بھائانک شکل۔“
”پروفیسر صاحب۔ آپ ان تینوں کو ساتھے جائیں
تمام لوگوں کو ہل میں جلد از جلد جمع کریں۔ تاکہ اس
نئی صورت حال سے نیٹا جاسکے۔“

”اور اس دروازے نے والوں کو پیچ کون کرے
گا۔ کیونکہ ان لوگوں کو دروازے پر مقرر کرنے کا
مطلوب صرف اور صرف یہ ہے کہ غلط آدمی اندر داخل
نہ سکے۔

ہاں ہے یہ بھی صحیک ہے۔ خیر۔ خان رحمن تم یہ
یکمروں لے کر دروازے پر جاؤ۔ اب چینگ تم سکرو۔
ووگ حلب سماں کو سکردوں سے نکالیں گے اور
اس وقت تک میں ان ووگوں کو کلاشن کوف کی زد پر
لے رہوں گا۔

"بہت خوب! خان رحمان نے کہا اور یکھرے سے گز نکل گئے۔

پروفیسر داد د ان یمنوں کے ساتھ سب لوگوں کو
ہل میں جمع کرنے کے لیے چلے گئے۔ روکنگ اور ان
کے ساتھی انھیں کھا جانتے والی نظر وہ سے دیکھنے لگے:
”شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ اب میں اکیلا رہ گی
ہوں اور بخوبی قابو پانی زیادہ مشکل کام نہیں ہو گا۔
”میں۔ نہیں۔ ہم یہ نہیں سوچ رہے۔ روکنگ
کے ملکے سے کہا۔

تو پھر کی سوچ رہے ہو قم؟
کہ تم لوگ آخر چیز کی ہو۔ ہمیں صرف
خدا کے بارے میں ہدایات دی تھیں تھیں کہ تم لوگوں سے
بکشید رہنا ہے۔ باقی لوگوں کی خیر ہے۔

نیالات کا اظہار کیا تھا؟ انپکٹر جمیڈ مکارے۔

"ویسے ایک بات ہے:

"چلو وہ بھی بتا دو۔ کوئی حضرت نہ رہ جائے۔ انپکٹر جمیڈ نے کہا۔

"جس آدمی کے داخلے کے لیے یہ سارا انتظام کیا گی
ہے نا۔ وہ اندر ضرور آ جائے گا۔"

"اور وہ کون ہے؟"

"اس سادی مسم کا انچارج۔"

"وہ یہاں آ کر کی کرے گا۔ اور وہ ہے کون؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ میری ڈیوٹی صرف اتنی سی تھی
کہ میں اسے اندر آنے دوں، لہذا میں نے اپنے ان
ماتحتوں کو اس کے بارے میں ہدایات دے دی تھیں!

"یہ اسے کس طرح پہچانتے؟"

"وہ میک اپ میں آئے گا۔ یہ فوراً بتا دے
گا، میکن میرے آدمی اسے نہیں روکیں گے۔"

"اس طرح تو اس کی بجائے کوئی اور بھی آ سکتا ہے۔"

"وہ آ کر ایک خاص اشارہ کرے گا۔"

"اور وہ اشارہ کیا ہو گا؟"

"وہ صرف اتنا کہے گا۔ آج موسم کس قدر حسین ہے۔"

"شکریہ! یہ باتیں جان لینے کے بعد اب ہم اسے اندر
کیوں آنے دیں گے؟ انپکٹر جمیڈ مکارے۔

"وہ پھر بھی اندر آ جائے گا۔ روکنگ نے طنزی بھے
میں کہا۔

"آخر کیسے؟

"یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔ اسے بہر حال اندر داخل
ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اگر وہ بہر حال میں اندر آنے کے قابل ہے تو
پھر تمہارے ذمے یہ ڈیوٹی لگانے کی کی ضرورت تھی؟"
"تاکہ کسی کو کافوں کا ان خبر نہ ہو۔"

"تو یہ جب وہ اپنے طور پر اندر داخل ہو گا تو لوگوں
کو کافوں کا ان خبر ہو جائے گی۔"

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے۔"

"خیر۔ دیکھا جائے گا۔ جب ہم نے تم لوگوں کو
دیکھ لیا تو اسے بھی دیکھ لیں گے۔"

"اُسی وقت محمود وہاں پہنچ گیا۔"

سب لوگ ہاں میں پہنچ چکے ہیں اور اس بات پر
حد درجے حیران ہیں کہ انھیں ہاں میں اس طرح اچاکہ
کیوں جمع کیا گی ہے۔"

زد پر لے رکھا ہے۔

چیزیں۔ باتیں۔ بات کیا ہے۔ تو اس کا نفرنس کے انجادج ہیں۔ اگر یہی غلط آدمی ثابت ہوگے تو پچھے رو کیا جائے سمجھاتے۔ دیکھ جائے گا۔ پڑھ آپ سن یہ۔ قریباً شو مخلوق کے نمایندے یہاں موجود ہیں۔ ہم سب یہاں اس یہے جمع ہونے ہیں کہ اس نئی مخلوق سے پوری دنیا کو کس طرح پجا یا جائے۔ وہ مخلوق جو پوری دنیا پر قابض ہو جائے کا خواب دیکھ چکی ہے۔ اور ان کے صرف ایک فرد پر بھی ہم لوگ قابو نہیں پاسکتے۔ انپکڑ جمیڈ نے کہا۔

یہوں۔ یہ تو ہے۔
یہکہ اس اجلاس میں اگر کوئی آدمی اس مخلوق کا جاسوس بن کر آگئی تو اس اجلاس کی کارروائی را زہین رہ جائے گی۔ اور ہم اس محض میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ جب کہ اس مخلوق کے کسی جاسوس نے یہاں ہر حال میں پہنچنے کا تیرہ کر رکھا ہے۔

یہکہ کیے۔ اس قدر زبردست انتظارات کے ہوتے ہوئے؟

کوئی بات نہیں۔ ابھی ہم ان کی حیرت دوسرے دل گے۔ چلو بھی۔ اور کان مکھول کرئے لو۔ اگر تم تیس سے کسی نے ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو ہم اسے فوراً دھیر کر دیں گے۔

آن کے منزہ سے کوئی بفظ نہ نکل سکا۔ بخوبی وہ ہل تیں داخل ہوئے۔ بہت سے لوگ چلا اٹھے۔ اسے؟ یہ کیا؟

یہ سب کیا ہے؟
ہمیں۔ یہاں تو مسٹر روکنگ بھی اتحاد پر اٹھائے کھڑے ہیں۔ معاملہ کیا ہے؟
اس قسم کے بہت سے بچھے اخیں نہنا پڑتے، انہیں انپکڑ جمیڈ۔ شیخ پر آگئے اور لوے:

یہی وضاحت کرتا ہوں۔
آپ کون ہیں۔ اور آپ کے لامبے میں کلاشن کوٹ کے ہوتے ہوئے ہم کون سے آپ کی بات کس طرح سن سکتے ہیں؟

کلاشن کوٹ میں نے آپ لوگوں کے لیے اتحاد میں نہیں لے دکھی۔ اس کی زد پر صرف روکنگ اور اس کے ساتھی ہیں۔ میرے دو ساتھیوں نے بھی انہیں

”ہاں ! اس قدر زبردست انتظامات کے ہوتے ہوئے
یہ لوگ بھی تو یہاں موجود ہیں ۔ جو اس مخلوق کے
لجنٹ ہیں ۔

”یہ باتیں ہمارے لیے حد درجے حرمت انگریز ہیں
آخر یہ کس طرح ممکن ہے ؟

”میں بتاتا ہوں ۔ یہ کس طرح ممکن ہے ”
اب آنھوں نے ساری تفصیل سنادی ۔ انہیں
کا مارے حرمت کے بڑا حال تھا ۔

”اب ۔ پھر ۔ اب کیا بنے گا ؟
”یہی ہمیں سوچنا ہے کہ اب کیا بنے گا ۔ ردِ لک
کا کہا ہے ۔ وہ یہاں آ کر رہے گا ۔ چاہے کسی مرن
بھی آتے ۔

”میں اُس وقت عمارت کے باہر شور سنائی دیا ۔ اُن
کے کان کھڑے ہو گئے :

”شاید ۔ وہ آ گی ۔ کسی آوازیں اُبھریں ۔
”مودود ۔ تم جا کر دیکھو ۔ باہر کیا گزارہ ہے ۔ فان
رحان پہنچے ہی چیلنج وائے کرے میں موجود ہیں ۔
”جی بھتر ！ اس نے کہا اور فوراً کرے سے نکل گیا
چیلنج وائے کرے میں اسے غان رحان فرش

پر پڑے نظر آتے ۔ وہ جلدی سے باہر نکلا ۔ باہر ملٹری
والے اپنے اپنے پہرے پر موجود تھے ، یہکن گزارہ کوئی
نظر نہیں آ رہی تھی ۔ اس کی حرمت بڑھ گئی ۔ اس نے
ایک ملٹری یہن سے پوچھا :

”یہاں شور کیسا گونجا تھا ؟
”شور نہیں تو ؟

”یہکن ہم نے تو اندر شور سنا تھا ۔ محمود نے حرمت زدہ
انداز میں کہا ۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

”یکوں ۔ اس میں نہ ہو سکنے والی بات کیا ہے ؟

”یہ کہ ۔ یہ عمارت کمل طور پر ساؤنڈ پر دوف ہے ۔
اگر باہر شور ہوا ہوتا تو اندر تو پھر بھی شور نہیں سنائی دے
سکتا تھا ۔

”اوہ ! اس کے من سے نکلا ۔

”تب پھر شور عمارت کے اندر کیسیں ہوا ہے ۔

”کہ کہ محمود نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی ۔
چیلنج وائے کرے میں داخل ہوا تو خان رحان اٹھتے
نظر آتے ۔

”اوہ ! آپ کو ہوش ۲ گی انکل ۔

"ہاں ! آگئی۔"

"ہوا کی تھا ؟ اس نے فردا کہا۔

"ہوا کیا تھا - ادھ ہاں - یاد آیا - دُوہ - دُوہ"

جا چکا ہے :

"کیا !!!"

محود زور سے آچھلا -

"ہاں ! دُوہ اندر داخل ہوا - میں نے یکھرے میں
سے اسے دیکھا تو اس کا چہرہ وہ نہیں تھا - اور، ہی
تھا - میں نے فردا اُس کی طرف پستول تان دیا -
اور ہاتھ اٹھانے کو کہا، لیکن اُس نے ہاتھ نہ اٹھانے
اور جوں کا توں کھڑا رہا - میں نے اسے دھمکی دی کہ
اگر اس نے ہاتھ نہ اٹھانے تو گولی مار دوں گا -
اس پر میری دھمکی کا خاک بھی اثر نہ ہوا - اور پھر میں
نے گولی چلا دی - گولی چلتے ہی ایک شور سا گونجی -
وہ شور میری بکھر سے باہر تھا، یکونک گولی چلنے کی
آواز شور کی آواز نہیں ہوتی - اس کا پکھر بھی نہ بگڑا،
اگرچہ گولی ٹھیک یعنے پر لگی تھی - نہ دُوہ گرا، نہ
اچھا - نہ اس کے بینے سے خون اُبلتا نظر آیا -
بس دُوہ پُر سکون انداز میں کھڑا رہا - یہاں تک کہ

میرا پستول خالی ہو گی۔ ساری گویاں میں نے اس کے پیسے میں آثار دی تھیں۔ اور پھر وہ ایک ایک قدم میری طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچے ہٹنا چاہا۔ لیکن میرے پیر گویا جامد ہو گئے۔ پھر اس کا ایک ہاتھ میرے سر پر لگا۔ اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔

یہ کر کر وہ خاموش ہو گئے۔

”آپ اس کا وہ حلیہ بتا سکتے ہیں، جو کہر کے بغیر نظر آیا تھا؟“

”ہاں! کیوں نہیں۔ میں اسے دیکھتے، ہی پہچان لوں گا۔“ آئیے پھر۔ محمود نے کہا۔

”اے۔ وہ۔ وہ کہہ کہاں گیا؟ خان رحمان چونکہ کر بولے۔“

دونوں نے کمرے میں کہرہ اچھی طرح تلاش کیا۔ لیکن کہرہ کہیں نہ ملا۔

”اس کا مطلب ہے۔ مجھے بلے ہوش کر کے وہ کہرہ لے کر چلتا بننا۔“

”خیر کوئی بات نہیں۔ کافرنز ہال میں اسے تلاش کرنا کی مشکل ہو گا۔“

”وہ اندر آئے۔ یہاں سب لوگ ساكت بیٹھے تھے۔“

”خاب! اس شور کی خبر سننے کے لیے بے چین تھے۔“

”ہاں محمود۔ شور کیسا تھا؟“

”شور کی وجہ سمجھے میں نہیں آ سکی، لیکن جس شخص کو آتا تھا۔ وہ آپکا ہے۔“

”کی مطلب؟ انپکڑ جشت چونکے۔“

”مودود نے انھیں تفصیل سنا دی۔“

”لیکن ہم نے یہاں کسی کو اندر داخل ہوتے نہیں دیکھا۔ دروازے کے اندر کی طرف موجود دونوں نگران ایک ساتھ بولے۔“

”ہو سکتا ہے۔ وہ عمارت میں کہیں موجود ہو۔“

”اور ہال میں نہ آیا ہو۔“ خان رحمان بولے۔

”پہلے آپ ایک ایک چہرے کو دیکھ تو لیں۔ فاروق نے کہا۔“

خان رحمان نے ہال میں موجود تمام لوگوں کو بغور دیکھا، پھر نفی میں سر ہلاتے ہوتے بولے:

”وہ یہاں نہیں ہے۔“

”خیر۔ ہم پوری عمارت کی تلاشی لیں گے۔“

”پہلے ان لوگوں کو باندھ دینا چاہیے، تاکہ ہم بے فکر

ہو کر تلاشی لے سکیں۔

دوکنگ اور اس کے ساتھیوں کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا، پھر انھیں ایک کمرے میں ڈال کر پوری طرح میں اس شخص کی تلاش شروع ہوتی، لیکن وہ کمیں نہ بلا۔

تحک ہار کر وہ پھر ہال میں آتے۔ سب بیٹھ کر سوچ میں گم ہو گئے۔

اب ہم کیا کریں۔ کس سے اس سلسلے میں بات کر سکتے ہیں؟

سوائے اشارجہ کے ہم کس سے بات کر سکتے ہیں، ہم سب یہاں اشارجہ کی دعوت پر ہی تو آتے ہیں۔

لہذا ہمیں اشارجہ کے ذمے دار لوگوں سے بات کرنا ہو گی۔ باہر بھرائی پر موجود ملڑی مینوں کے آفیرے اس سلسلے میں سب سے پہلے بات کی جا سکتی ہے: ملڑی آفیر کو اندر بلایا گی۔ حالات متاثرے گئے۔

پھر انپکڑ جمیلہ بولے:

اب آپ ہمیں بتائیتے۔ ہم کے فون کریں۔ یہاں آکر حالات کی بाग ڈور بنھائے؟

ہم تو اپنے کمانڈو ہو تو یہ سارے حالات متاثرے گئے۔

ہیں۔ پھر جو وہ کہیں، آپ کو بتا سکتے ہیں۔ اس نے کہا۔

پہلے۔ یہی کر لیں۔

اس نے اپنے کمانڈر اچیف کو فون کی، پھر رسپور رکھ دیا:

انھوں نے متعلقہ آدمی سے فوری بات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ جلد ہی کچھ نکچھ اقدام کیے جائیں گے، آپ لوگ اپنے اپنے کروں میں آرام کریں۔ جو ہنسی کوئی بات سامنے آئے گی۔ آپ لوگوں کو خبردار کر دیا جائے گا۔

سب نے اٹھ کر اپنے اپنے کروں کا رُخ کیا۔

یک انھوں نے اس کمرے کا رُخ کیا۔ جس میں

تیدیوں کو رکھا گیا تھا:

ہم ان سے کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپکڑ جمیلہ بولے۔

یہ ٹھیک رہے گا۔

کمرے کا دروازہ کھولا گیا۔ جو ہنسی وہ اندر داخل ہوئے۔ دھک سے رہ گئے۔ اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

دوکنگ اور اس کے ساتھی اس طرح غائب تھے، بیسے

گھٹے کے سر بے یہنگ۔

" یہ ایک اور ہوئی ۔ ہم تو ابھی اس شخص کو تلاش کر رہے تھے ۔ اب ان لوگوں کو بھی تلاش کرنا پڑے گا ۔ محمود نے انہیں کے عالم میں کہا ۔

" اور سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں باچکے ہیں ۔ ہم اپنے طور پر پوری عمارت دیکھ دلتے ہیں ۔ سب کو پریشان کرنے کا کیا فائدہ ؟ انپکٹر جمیڈ نے کہا ۔ انھوں نے پوری عمارت کا جائزہ لے ڈالا، لیکن روکنگ اور اس کے ساتھیوں کا کیس نام و نشان سمجھا ۔

" حیرت ہے ۔ انھیں زمین کھا گئی یا آسمان بگل گی ۔ " اس آدمی کے بارے میں کی خیال ہے ۔ ہو سکتے ہے ۔ جس جگہ وہ پہنچا ہو، وہیں وہ لوگ چھپے ہوں ۔ اور اس کمرے سے اسی نے ان لوگوں کو نکالا ہو ۔ فرزان نے سوچ میں گم لجھے میں کہا ۔

" ضرور یہی بات ہے، اس کے سوا کچھ کہا بھی تو نہیں جا سکتا ۔ محمود بولا ۔

" سوال تو یہ ہے کہ وہ چھپے ہوتے کہاں ہیں ؟ " اب میں یہ بات لقین سے کہ سکتا ہوں کہ اسی عمارت کے نیچے کوئی تھا یا غیرہ ضرور ہے ۔ وہ

لوگ دہاں چھپے ہوئے ہیں اور جب ضرورت محسوس کریں گے ۔ آ جائیں گے ۔

" تب تو ہم سب خطرے میں ہیں ۔ پروفیسر داؤڈ جبرا کر بولے ۔

" اس میں کیا شک ہے ۔

" جب تک اشارجہ کا کوئی ذمہ دار آدمی یہاں نہیں آ جاتا ۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ لہذا اس وقت تک کے لیے ہمیں بھی اپنے کمرے میں بند ہو جانا چاہتے ہیں ۔

" یہ صحیح رہے گا ۔ فاروق نے فوراً کہا ۔

" ایسی باتیں بہت پسند کرتی ہیں تھیں ۔ محمود جل گیا ۔

" آؤ آؤ ۔ کمرے میں چل کر رو جگڑ لینا ۔ میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں ۔ انپکٹر جمیڈ بولے ۔

اور پھر وہ اپنے کمرے میں داخل ہو گئے ۔ دروازہ انھوں نے اندر سے بند کر لیا ۔ اسی وقت ایک گواز گوئی :

" مجھے تلاش کر رہے تھے نا ۔ اور میں اس وقت سے یہاں موجود ہوں ۔ اپنے کمرے میں کیوں نہیں دیکھا گئے ۔ اپنا اصول خود ہی بھول گئے ۔

" وہ اچھل پڑے ۔ انھیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے

بولنے والا بالکل سامنے موجود ہو، لیکن ان کے سامنے
بھی نہیں تھا۔

”آپ کون ہیں اور ہمیں نظر کیوں نہیں آ رہے۔
کہیں آپ نے سیمانی ٹوپی تو نہیں سر پر رکھ لی۔ اگر باز
یہی ہے۔ تو ایسی تین عدد ٹوپیاں ہمیں بھی دے دیں۔
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”میں وہی ہوں۔ جو خان رحمان کی موجودگی میں
اندر داخل ہوا تھا۔ میں نے، ہی انھیں بے ہوش کی
تھا اور اندر آ گیا تھا۔ یہ میں ہی تھا۔ جس نے اپنے
سامیکھیوں کو اس کمرے سے نکالا۔ اور کوئی بات بنا
چاہتے ہیں میرے بارے میں؟ اس کے لمحے میں ہی
سا طرز تھا۔

”ہاں! کیوں نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ کا
کیا ہے؟

”مجھے بلیک سنگ کہتے ہیں۔“

”نہ۔ نہیں۔“ وہ ایک ساتھ بولے۔

”کیوں؟ اس میں نہیں کی کیا بات ہو گئی۔ کی
میں بلیک سنگ نہیں ہو سکتا؟“

”ہونے کو تو ضرور ہو سکتے ہیں، لیکن ہم بلیک سنگ

کی آواز اچھی طرح پچانتے ہیں۔
اچھی بات ہے۔ میں اب اپنی اصل آواز میں بات
کر دیں گا۔“

وہ چونک آٹھے، یونک یہ الفاظ اس نے اسی آواز
میں کے تھے جس میں وہ پہلے ان بے طا تھا۔
”ہاں! یہ وہ آواز ہے۔ اس کا مطلب ہے۔“

”ہمارا مقابلہ ایک بار پھر مestr بلیک سنگ سے ہے،
یعنی مestr بلیک سنگ۔ کیا اس بار آپ انشارج اور بیگان
کو چھوڑ کر اس نئی مخلوق کے لیے کام کر رہے ہیں؟“
”ہاں! میں اور کر بھی کیا سکتا ہوں۔ وہ مخلوق بہت
جلد پوری دُنیا پر قابض ہو گی۔ لہذا اس کا ساتھ دینے
میں ہی فائدہ ہے۔ اس حکومت میں مجھے شاندار حصہ
ملے گا۔“

”خام خیالی ہے مestr بلیک سنگ آپ کی؟ انپکٹر جنید نے
بڑا سائز بنایا۔“

”کیا مطلب؟ کیسی غلط فہمی؟“ اس نے چونک کر پوچھا۔
”وہ لوگ اگر دُنیا پر قابض ہو گئے۔ تو آپ کو بھی
باقی لوگوں کے پاس پہنچا دیں گے۔ اس وقت وہ
آپ سے مدد یعنی پر کسی وجہ سے بھر ہیں۔ اربے

مگر۔ یہ تو بتائیں۔ آپ ان کی زبان کس طرح
لیئے سمجھیں؟

"جس طرح ایک دُوسرے کی زبان سمجھی جاتی ہے
پہلے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ شش گھنٹے
اور منہ سے کہا جاتا ہے، گھری۔ اس کے ساتھ ہی
دُوسرے سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ اس چیز کو یعنی
گھری کو کی کہتے ہیں۔ اس طرح ہمیں معلوم ہو جائے
گا کہ گھری کو یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟"

"یکن ایسا تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب ان
کے درمیان رہنے کااتفاق ہو جائے۔"
"مجھے انھوں نے اپنے درمیان پچھے ماہ تک رکاب
بلیک سنگ نے کہا۔

"اوہ ہو اچھا۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اور جب میں ان کی زبان اچھی طرح سمجھ
گی تو انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟"
اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اصل میں انھیں ال
دینا پر قبضہ کرنے کے لیے اس دُنیا کے آدمیوں کی
ضرورت اس لیے پہنچ آئی کہ زبان سمجھنے کا مسئلہ
نہیں ہو رہا تھا۔

ہاں! یہی بات ہے:

"اور مستر بلیک لگ کر آپ نے ان کے لیے کام کرنا
منظور کر یا۔ چرت ہے۔ انتارجہ کو بھی چھوڑ دیا۔
بیکال کو بھی۔"

"اور کیا کرتا۔ ان کے پاس ہے، ہی کیا۔ جو
ان لوگوں کے پاس ہے۔
اوہ اچھا۔ کی پچھہ ہے جو ان کے پاس۔ اور
آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"چھے ماہ ان کے درمیان رہا جو ہوں۔"

"ارے تو یہ۔ ان کے علاقے میں جا کر رہے تھے؟
ہاں! اس نے فدا کہا۔

"اور ان کا علاقہ کہاں ہے؟"

"برفت کے اس پار۔ برفت کی ایک بست طویل
وادی ہے۔ اس وادی کو عبور کرنے کے بعد ان کی
آبادی آلتی ہے۔ برفت کی وادی تک پہنچنا، ہی آسان
کام نہیں ہے۔ ہماری اس دُنیا کے کل پُرزوے بالکل
باجہ ہو جاتے ہیں۔"

"میں وہاں ہو آیا ہوں۔ ان پکڑ جھیڈ مکراتے۔

"آپ اور ہو آئے ہیں۔ نہیں نہیں۔ یہ غلط ہے۔

میرے علاوہ وہاں کوئی نہیں گی:

”اوہ آپ نظروں سے او جمل کس طرح ہیں؟“
”یہ کام ان کے لیے بہت آسان ہے۔ انھوں
نے مجھے چند گولیاں دی ہیں۔ ایک گولی من میں رکھ
یہس۔ دوسروں کی نظروں سے غائب ہو جاؤ۔
درactual جب، ہم گولی من میں رکھتے ہیں تو جسم سے کچھ
ریز خارج ہونے لگتی ہیں۔ یہ ریز ان شاعروں کے
راتے میں آ جاتی ہیں جو دیکھنے والوں کی آنکھوں سے
خارج ہوتی ہیں۔ یہی شعایں جب کسی وجود سے
ٹکراتی ہیں تو دیکھنے والا اس وجود کو دیکھتا ہے،
لیکن۔ ان گولیوں سے پیدا ہونے والی شعایں آنکھوں
سے لکھنے والی شاعروں کو رد کر لیتی ہیں۔ لہذا وہ
وجود نظر نہیں آتا۔ میسا کہ میں آپ لوگوں کو نظر نہیں
آ رہا ہوں۔“

”ہوں! ہم بحث گئے۔ پروفیسر داد رورا۔ لوے۔

”لیکن ہم آواز کانٹننے لے کر فائز تو کر سکتے
ہیں آپ پر۔ فرزانے کما۔

”اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس لیے
کر گولی میرے جسم سے محراجے گی، ہی نہیں۔ یہ کام

میرے علاوہ وہاں کوئی نہیں گی:

”آپ کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے مژہ بیک لگا۔
انھوں نے خود مجھے وہ وادی دکھائی ہے، لیکن میں بالکل
ایکا تھا۔“

”حرمت ہے۔ انھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی?
”یہ بات ابھی تک میری بمحضہ میں نہیں آ سکی۔ ابھی
جہشید مسکراتے۔

”جب آ جائے۔ مجھے بھی بتا دیجیے گا۔
”اب آپ کا کیا پردہ گرام ہے۔ آگر اس مغلوق
اس قسم کے اجلاسوں سے بھلا کی خطرہ ہے؟“

”خطرہ انھیں کوئی نہیں، لیکن وہ خبردار رہنا ضرور
پڑے کرتے ہیں۔ اور یہاں ان کے خلاف کیا کچھ
کارروائی ہوتی ہے۔ یہ خبریں ان تک پہنچانا میرزا
ہے۔ ساری دنیا پر قصہ کرنا کوئی آسان کام تو نہیں۔“

”ہوں۔ نیز۔ آپ کا ارادہ کیا ہے؟
”آپ لوگوں کے منصوبوں پر پانی پھیننا۔ آپ ا

ناکامیوں کا تحفہ دینا، ہی میرا کام ہے۔ آپ وہاں تک
تو گیا۔ یہاں ہی اجلاس نہیں کر سکتے۔ دیکھ نہیں رہے
میں آپ لوگوں کی نظروں سے او جمل ہوں۔ آپ

بھی وہی شعائیں کریں گی۔
ان عالات میں ہم بھلا آپ کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے ؟
”میں بھی تو یہی کہ رہا ہوں۔ یہ آپ لوگوں کے بس کا روگ نہیں۔“
”تو کیا دُنیا پر ان کا تبعض ہو جانے دیں ؟“
رحان نے بھلا کر کہا۔

”اور آپ کرہی کی سکتے ہیں۔“ اس نے ہنس کر کہ
”ہماری خواہش ہے۔ آپ ہمارے سامنے آئیں۔“
”مجھے دیکھنا چاہتے، میں ؟“ وہ بولا۔
”ہاں ؟“ انھوں نے ایک ساتھ کہا۔
”اچھی بات ہے۔ میں گولی منہ سے نکال رہا ہوں۔
اچانک انھیں بیک لگ نظر آنے لگا۔ دُہ داقعی بیک
لگ تھا :

”دُہ یکمہ آپ کے پاس ہے تاہ فرزانہ بولی۔
”تت۔ تم۔ بہت شریر ہو۔“ بیک سنگ بسا۔
”جی کیا مطلب۔ کیا صرف یہ سوال کرنے سے یہ
بہت شریر لگنے لگی آپ کو ؟“ فاروق کے لمحے میں ہرجن
در آئی۔

”نہیں۔ شریر تو یہ مجھے پہلے روز سے لگتی ہیں، لیکن
اس وقت جو بات انھوں نے کہی ہے۔ دُہ سونے پر
سماگ ہے۔“
”آخر کیسے ؟“
”اب یہ یکمہ مجھ سے نہ کر میرا ہی چہرہ اس کے
ذریعے دیکھنا چاہتی ہیں۔ تاکہ معصوم ہو جائے کہ میں اُنیں
ہوں یا نقلی۔“

”اوہ ؟ ان کے مز سے نکلا۔ فرزانہ شرمائی۔
”بُری بات ہے فرزانہ۔ ان پکڑ جیش نے اسے گھوڑا۔
”اس میں بُری بات کیا ہے۔ یہ میں یکمہ۔“ اس
نے کہا اور اپنے کندھ سے سے لکھے ہوئے بیگ میں
سے یکمہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ فرزانہ نے جلدی
سے یکمہ لے یا اور اس کے ذریعے بیک لگ کو دیکھا:
”اُسے بآپ دے۔ یہ تو سو فی صد اصلی بیک
لگ، میں۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

”لیکن یہ بات بمحض میں نہیں آئی کہ۔ گولی تو صرف
آپ مز میں رکھتے ہیں۔ بآپ کے جسم پر موجود پکڑے
؛ یہ بیگ تو ہمیں نظر آتا چاہیے۔“

”شعائیں جو اس گولی کے مز میں رکھنے کی وجہ سے

نکتہ ہیں تو وہ پکڑوں میں سے ہی نکلتی ہیں اور اس پر
ہیں سے بھی - لہذا یہ کیسے نظر آئیں گے؟
”ہوں! آپ ایسی گولی ہمیں نہیں دے سکتے؛ فتنے
نے حرث زدہ انداز میں کما۔

” ضرور لے لیں - یعنی آپ اس گولی کو مزح
دکھ کر میری نظردن سے پھر بھی او جمل نہیں ہو سکے
” وہ کیوں؟

” اگر یہ گولیاں دو آدمیوں کے مذہ میں ہوں تو ان کی
شعاعیں آپس میں ٹھکرا کر اپنا اثر ان دونوں کی دل
تک کھو دیں گی - وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے
یعنی اس وقت بھی دوسرے انھیں نہیں دیکھ سکیں گے
” پلیٹے خیر - ہم آپ کے لیے غائب نہیں ہو سکیں
گے - غائب ہونے کا مزا تو چکھ سکیں گے:

” میں گولی دیے دیتا ہوں۔

اس نے ایک بار پھر بیگ میں ہاتھ ڈالا - اس
میں سے ماچس کے برابر ایک ڈبیا نکالی اور ڈبیا
میں سے ایک گولی نکال کر فاروق کو دے دی۔

” یہ دو تھنے آپ کے ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گے -
محمد مسکرا یا۔

” یہ مطلب - کیا یہ کھڑہ بھی آپ اپنے پاس رکھنا
چاہتے ہیں؟ جیک سنگ گھبرا گی۔

پروفیسر داؤڈ نے اس گھبراہٹ کو خاص طور پر
خنوں کی اور انہوں نے کھڑہ فودا فرزانہ کے ہاتھ سے
لے یا۔

” نہیں مژہ بیک سنگ - یہ آپ کی چیز ہے - آپ
ہی اسے اپنے پاس رکھیں۔ انسپکٹر جمیش بولے۔

” خنکری! آپ ووگ دیے بہت اچھے ہیں - آپ کو
دشمن سمجھنے کو جو نہیں چاہتا تھا، لیکن شاید ہم صرف
اور صرف دشمنوں کے طور پر ہی مل سکتے ہیں:

” یہ ضروری نہیں مژہ سنگ - اگر آپ مسلمان ہو جائیں
اور ہمارے ساتھ چل کر ہمارے ملک میں رہیں تو
ہم آپس میں بھائی بن کر ملیں گے، ہمیشہ۔

” کی فائدہ - مسلمان بننے کا؟ اس نے مذہ بنایا۔

” کیوں کیوں - یہ آپ نے کی بات کی؟

” پوری دنیا پر تو اس نئی مخلوق کا قبضہ ہونے والا
ہے - میں کیا کروں گا مسلمان ہو کر۔

” پلیٹے قبضہ نہ ہونے کی صورت میں مسلمان ہو جائیے گا۔

” میرے خیال میں ایسا ہو گا نہیں - کیونکہ قبضہ ہونے میں اب

کوئی دکاڈٹ نہیں پڑے گی۔ یہ ہو کر رہے گا۔“
”پروگرام کیا نہے؟“ پروفیر داد دو لے۔ ساتھ ساتھ
وہ اس کیمروے کا بخور جائزہ بھی لے رہے تھے۔
”آپ یہ کیمرو تو مجھے دے دیں نا۔“ اس نے قدر
بے پین ہو کر کہا۔

اچانک پروفیر داد نے کیمروے کا ایک بٹن دبا
دیا۔ ساتھ ہی بلیک سنگ چلا یا:
”ڈیکے۔“

یکن اس کی چیخ میں ایک دھماکے کے تلے دب
کر دہ گئی۔

دھماکے کی آداز نے پوری عمارت پر زلزلہ ساطاری
کر دیا۔ عمارت یوں رونے لگی جیسے اب گری کر اب
گری۔ سب وگ دکھلا کر اپنے کردوں سے نکل آئے
اور باہر کی طرف بھاگے۔ ادھر اس کمرے میں جس
میں دھماکا ہوا تھا۔ گھری نیلگوں روشنی پھیل گئی اور
یہ روشنی اس کیمروے سے کسی طاری کی طرح نکل رہی
تھی۔ دہ اس روشنی میں نہا گئے۔ اگرچہ روشنی سیدھی
پڑ رہی تھی، یکن دہ پورے کمرے میں کسی گیس کی
طرح بھر گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے
اپنی جان نکلتی محسوس کی۔ دوسرے ہی لمحے بلیک سنگ نے
گدنہ میں دکھلی اور ان کی نظروں سے اوچبل ہو گیا۔
”جمود۔ فدا گول مز میں رکھ لو۔“ اس صورت میں تم
ذاتے دیکھ سکو گے نا۔ پروفیر داد چلاتے۔

"یکن انکل - میرا ہاتھ من کی طرف نہیں آٹھ رہا۔" نہ
نے بوکھلا کر کہا۔

"حد ہو گئی - امرے بھائی - اگر ہاتھ من کی طرف نہیں
آٹھ رہا تو من کو ہاتھ کی طرف بساو۔" فاروق نے جملہ
کر کہا۔

"یہ بھی نہیں ہو رہا۔" اس نے بے چارگی کے عالم
میں کہا۔

"دھت تیرے کی - تم سے کچھ نہیں ہو گا - لاؤ گل
بجھے دو - میں منہ میں دکھ کر اسے دیکھ دوں گی۔"

"یہی تو شکل ہے - تھیں کس طرح گولی دے ॥
ہاتھ جو نہیں آٹھ رہا۔"

"کہیں میرا ہاتھ - تم پر آٹھ جائے: فاروق تمل
کر بولا۔

"اگر تم ہاتھ اٹھا دے۔" گلی اس کے ہاتھ سے بے
کیوں نہیں لیتے۔ اپسرا جنہی نے جل کر کہا۔

فاروق نے یہ کوش کی، یکن ناکام بڑا۔

"بس - ہوا ہو گئی بھادری - دیسر جنہی اور - گلی -
نے طنزیہ لجھے میں کہا، پھر چونک کر بولا:

"اور یہ - تم نے میرا سکر کلام کیوں بولا؟"

"بہت جلد خیال آیا اپنے تکیر کلام کا۔" فاروق مکرایا۔
یکھرے کا بیٹھن آفت کر دیں - درمن یہ نیلی روشنی
ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گی:
یہی تو شکل ہے - اب بیٹھن آفت نہیں ہو رہا۔"
مادے گئے پھر تو۔ اپکڑ جھیڈ بوکھلا آٹھے۔
اور ان لوگوں کو تو دیکھیں - سب کے سب باہر بھاگ
جئے - کسی نے ہماری خرستک لینے کی کوشش نہیں کی۔
وہ اس زلزلے سے ڈر رہے ہیں - زلزلہ رہ گئے گا
تو انہوں آئیں گے۔
اس وقت تک ہماری حالت نہ جانے کی ہو جائے
گی: پروفیر داؤڈ بولے۔

"تو آپ اس یکھرے کی روشنی کسی اور بیٹھنے
ذریعے آفت کرنے کی کوشش کریں نا۔"

سارے بیٹھن دبا کر دیکھ چکا ہوں - تم ایک با
بھول رہے ہو۔ پروفیر داؤڈ مکراتے۔

"اور وہ کی؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

آخر بلکہ سنگ اس بیٹھن کے دبنتے پر چلا ہا
غا - اگر نیلی روشنی کسی بیٹھن کے دبانتے سے آفت
ہو سکتی تو اسے اس قدر خوف کرانے کی ضرورت ہرگز

نہیں تھی اور نہ یہاں سے بھاگنے کی ۔ لیکن ٹھنڈتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا تھا کہ گولی کھالی تھی پھر کمرے سے نکل گی تھا ۔ ابھی نیلی روشنی اور روشنی پہلے دیوار سے ملکوانی تھی اور پھر پورے کر میں پھیل گئی تھی ۔

”تب پھر ۔ آخر اس نیلی روشنی سے نجات کر طرح حاصل کی جا ۔ اب تو ہم میں کھڑے رہنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی ۔ وہ بولے اور گر گئے ۔ ان کے بعد یہکے بعد دیگرے وہ سب گرتے۔

کمرہ پروفیسر داؤد کے ہاتھ سے نکل گیا ۔ عین اس وقت عمارت کا زلزلہ رک گی ۔

”اس کا مطلب ہے ۔ عمارت میں زلزلہ اس روشنی کی وجہ سے نہیں آیا ۔ ورنہ رک یکوں کر سکتا تھا جب کہ روشنی ابھی تک آ رہی ہے ۔“

”زلزلہ اس دھماکے کی وجہ سے تھا جو ٹھنڈتے ہی ہوا تھا۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

”عین اس وقت دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور چند متری میں آتے نظر آئے۔“

”خردar ۔ آپ لوگ اس کمرے میں داخل ہونے کی کوشش نہ کیجیے گا ۔“ دلہن آپ لوگ بھی ہماری طرح بے کار ہو جائیں گے ۔“

”جی ۔ کیا مطلب ہے؟“ انھوں نے نیلی روشنی کے بارے میں اخیں بتا دیا۔

”اوہ ۔ اب ہم کیا کریں ہے؟“ باہر رہ کر اس روشنی کی زد سے بچ کر، ہمیں بھی طرح باہر کچھ ہیں ۔ ہمیں دیوں میں آجھا کریا کسی باس دغیرہ کی مدد سے کچھ سکتے ہیں ۔ دیے رہی سے یہ کام آسان رہے گا ۔“

”اس آدمی کا پتا چلا یا نہیں؟“ ان میں سے ایک نے پوچھا ۔

”اہ! یہ سارا کیا دھرا اسی کا تو ہے ۔“

”بچے ازام نہ دیں ۔ کیمرے کا بُن پروفیسر داؤد نے دیا ہے۔“ بیک سنگ کی آواز کمرے کے باہر سے سنائی دی، لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

”اوہ باپ رے ۔ یہ کون ۔“ دلہن تھر کا پنپنے لگے۔

”واقعی ۔ انپکڑ جھیڈ ۔ آپ اور آپ کے ساتھی بہت

دلیر ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھئے، کس طرح کانپ رہے
ہیں۔ بلیک لنگ کی آواز سنائی دی۔

”اس نیلی روشنی کا علاج بھی توبتا ہیں۔
”کوئی علاج نہیں۔ جب تک یکمہتے کے سیل غمز
ہیں ہو جاتے۔ یہ خارج ہوتی رہے گی۔

”حد ہو گئی۔ آف کرنے کا کوئی طریقہ اس میں
دوں نہیں رکھا تھا۔
”یہ اس میں نقص رہ گیا۔ یا پھر اس نئی مخلوق کی اس
کوئی مصلحت ہو گی۔

”آخر انہیں دیسوں کی مدد سے باہر نکالا گی۔ نیلی روشنی
والے کمرے کو بند کر دیا گی۔

”ایک بات واضح ہو گئی۔ فرزاد نے سرگوشی کی۔
”اور وہ کیا؟

”بلیک لنگ نظر آئے یاد نظر آئے۔ اس نیلی روشنی
سے محفوظ رہنے کا طریقہ اس کے پاس بھی نہیں ہے۔
یا ہم اس پر نیلی روشنی کا دار کر سکتے ہیں۔

”ہاں! صحیک ہے، یہکن کس طرح۔ پہلے، یہیں ہی
نو اس نیلی روشنی سے بچنے کی ترکیب کرنا ہو گی۔
”اور اس قسم کی نیلی روشنی سے سابقہ آپ کا ال

”ے پہلے پڑھ کا ہے۔ آپ اس کا توڑ دریافت کر
چکے ہیں۔
”اس نیلی روشنی میں اور اُس نیلی روشنی میں ہو
سکتا ہے، بہت فرق ہو۔ یکونکہ وہ نیلی روشنی ہم جیسے
لوگوں کی تیار کردہ تھی۔ جب کہ تیریہ اس نئی مخلوق
نے تیار کی ہے۔ پھر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔
یکونکہ اُس نیلی روشنی کا توڑ تو میری جیب میں موجود
ہے۔ انہوں نے کہا۔

”تب پھر آپ نے اب تک اس کا توڑ کیا کیوں
نہیں؟
”اتح پیر ہلانے کے قابل رہا کہاں تھا۔ انہوں نے
بُرا سامنہ بنایا۔

”میرا مطلب ہے۔ اب تو آپ اس قابل ہیں نا۔“
”اوہ ہاں! یہ کہ کر انہوں نے جیب سے ایک ڈبہ
نکالی اور اس میں سے ایک گولی نکال کر منہ میں رک
لی۔ پھر وہ نیلی روشنی والے کمرے میں داخل ہو گئے۔
بلدہی ان کی آواز سنائی دی۔
”وہ مارا جائید۔ اب یہ نیلی روشنی مجھے پکھ جی نہیں
کر دی۔“

”بہت خوب۔ آپ فوراً ایک گولی میری طرف اچھل دیں۔ محمود چلتا یا۔

اسے چلاتے سن کر سب حیرت زدہ رہ گئے۔ فوری طور پر اس کے چلانے کی وجہ کسی کی بحث نہیں۔ آئے سکی۔ نیکن پھر انپکڑ جمیٹ اور پروفیسر داؤڈ فوراً کو گئے۔ پروفیسر داؤڈ نے ایک گولی فوراً محمود کی طرف اچھال دی۔ محمود نے گولی منہ میں رکھی اور اس کے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ فوراً ہی اس نے کھڑہ اٹھایا پھر وہ دوسرا گولی منہ میں رکھ لی۔

دوسرا بے، ہی تھے۔ وہ غائب ہو گیا۔ ان سب کی نظرؤں سے۔ نیلی روشنی بھی غائب ہو گئی۔ لور محمود نے چابوں طرف نظری دوڑائیں تو بیک سگ بھاگتا نظر آیا۔ وہ اس طرح دوڑ رہا تھا۔ بیسے موٹ اس کے تعاقب میں ہو۔ محمود جان توڑ کر اس کے پیچے بھاگا۔

نیلی روشنی میں بیک سگ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اپنی گولی کی مدد سے وہ دوسروں کی نظرؤں سے اچھل تھا، لیکن محمود اب اسے نہ صرف دیکھ سکتا تھا۔ بلکہ نیلی روشنی کے ذریعے اسے نقصان بھی پہنچا سکتا تھا۔

اسی لیے وہ بیک سگ کا بے تھا۔ تھا۔ تعاقب کر رہا تھا۔ اس نے اپنے پیچے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ ساتھ ہی انپکڑ جمیٹ کی آواز اس کے کافوں سے ڈھونائی۔ محمود۔ تم دوڑ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ لہذا دووون گولیاں اور یکھڑے مجھے دے دو۔ بہر حال تھاری پال بست زبردست رہی۔ بیک سگ کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے پر محمود کر دیا تھا۔ یہ سین مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔ کس طرح بھاگا جا رہا ہے۔ بھیڑ بکریوں کی طرح۔ انپکڑ جمیٹ نے جلدی جلدی کہا۔

محمود نے فوراً گولیاں منہ سے نکال کر ان کی طرف رُچا دیں۔ فوراً ہی نیلی روشنی کی وجہ سے اس پر کمزوری طاری ہو گئی۔ ادھر انپکڑ جمیٹ گولیاں منہ میں رکھ چکے تھے۔ اور یکھڑہ بھی اُٹھا چکے تھے۔

اب وہ محمود کی نظرؤں سے غائب ہو چکے تھے، انھوں نے اس سمت میں دیکھا۔ جس سمت میں بیک سگ بھاگا جا رہا تھا۔ وہ دوڑ دوڑ سکن اپنی نظر نہ آیا۔ اتنی سی دیر میں وہ نظرؤں سے اچھل

ہو پھلا تھا۔

انھوں نے بہت زیادی اور اس قدر تیزی
کر کیا کبھی دوڑے ہوں گے۔ دُور بہت دُور فر
نے ایک کار شارٹ ہونے کی گواز سنی۔ انھوں
فوراً دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں ہر طرف کاریں کھل
تھیں۔ انھوں نے فوراً ایک کار کا دروازہ کھوا۔
اس میں بٹھے اور کار ہوا ہو گئی۔

دُوہ متسل رفتار بڑھاتے چلے گئے۔ بیانات
کر اگلی کار نظر آنے لگی۔ ان پر جوش خاری
تھی۔ رُن طرح اس سمجھ پیغ جاؤں لور اسے نیلی رُن
کی زد میں لے لوں۔ آدم حکمے۔ یک کار کو اگر
ہووا میں اڑانے کے بعد کیس جا کر دُوہ بیک لگ
کی کار سے آگے نکل جانے کے قابل ہوئے۔
انھوں نے فوراً ٹکڑی ترچھی کی اور روک دی۔

مشتر بیک لگ۔ آج تم ہار گئے۔ آج کی لہر
یاد رہے گی۔ تھیں تمہارے ہی ہتھیار سے شکت
رہے ہیں ہم۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انھوں نے نیلی بٹھی

کی طرف کر دی۔

”نہ۔ نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہ کریں۔“ بیک لگ نے
جھبرا کر کہا۔

”اور میں ایسا کیوں نہ کرو۔ کی آپ ہمارے دوست
ہیں؟“ انپکٹر جمیڈ بولے۔

”دوست نہ سی۔ دشمن ہوتے ہوئے بھی۔ تو میں
نے آپ لوگوں کے ساتھ بُرا سلوک نہیں کی۔ اس نے کہا۔
آپ میرے ذاتی دشمن ہوتے تو میں ضرور چھوڑ
دیتا، لیکن یہ معاملہ ہے پُوری دُنیا کے ان دونوں کا۔
خاص طور پر مسلمان ملکوں کا۔“ دُوہ بولے۔

بیک لگ کے ہاتھ پیر ڈھیسے پڑنے لگے۔ دُوہ
کار کی سیٹ میں بے دم سا ہو گی۔ ایسے میں سیاہ
لگ کی ایک کار وہاں آ کر رُکی۔ کار نے ہارن
ڈیا۔ انپکٹر جمیڈ نے چونک کر ادھر دیکھا۔ اور پھر
ان کی آنھوں میں خوف سماگی۔ کار سے نئی مخلوق
اُز کر ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بیک لگ نے
بھی اس مخلوق کو دیکھ لیا۔ دُوہ بلند گواز میں بولا:
”دُوہ مارا۔“ انپکٹر جمیڈ۔ اب تم کیا کرو گے؟“
انپکٹر جمیڈ نے کہرے کا رُخ فوراً اس مخلوق کی

طرف کر دیا -

"لا لا لا - ان لوگوں کی ہی تو یہ روشنی ایجاد ہے - اور آپ انھی پر آذما رہے ہیں۔" بیک کنگ نے عرض انداز میں کہا۔

"تو آپ چکنے کے قابل ہو گئے؟" انپکٹر جسٹیڈ بولے۔ نئی خلوق نسلی روشنی میں نہا گئی، لیکن وہ ان کی طرف ایک ایک قدم بڑھتی رہی۔ گھویا نسلی روشنی نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔

انپکٹر جسٹیڈ ڈرتے ڈرتے انداز میں پچھے ہٹنے لگے۔

"خیر تو ہے انپکٹر جسٹیڈ - آپ بُرزوں کی طرف پچھے کیوں ہست رہے ہیں؟"

"میں تو مرد پچھے ہست رہا ہوں - آپ تو جاگ رہے تھے - شرم آپ کو مگر نہیں آئی۔" انپکٹر جسٹیڈ سکرا کر کہا۔ ایسے میں خلوق ان کے باکل نزدیک آگئی۔ ساتھ ہی اس نے بیک کنگ کی طرف مزکر کی پچھے کہا۔ اس نے بھی جواب دیا، پھر بولے :

"پتا ہے - اس نے کیا کہا ہے؟"

"کنگ - کیا کہا ہے؟"

"یہ کہ میں انپکٹر جسٹیڈ کی گردان مردڑ کر اس کا بیٹھ

کے یہے غافلہ کر دہا ہوں۔"

بیک یہرے یہے کوئی خوفناک خبر نہیں ہے۔ انھوں نے کہا اور پھر بھرہ ایک طرف دکھ دیا۔ اس طرح کہ اس کی

روشنی کم از کم بیک کنگ پر تو پہنچتی رہے۔

اب وہ اس خلوق کے سامنے کھڑے تھے اور خلوق ان کے سامنے یعنی اس وقت ایک گاڑی اور وہاں پر کر دی۔

"اُس نے کیا کہ میر بیک سکنگ؟"
 "تم اب بیخ کر نہیں جا سکتے:
 "یہ تو اندر کو معلوم ہے۔۔۔ ان محترم کو کیا پتا۔۔۔
 "محترم نہیں۔۔۔ محترم ہیں۔۔۔ بیک سکنگ ہندنا۔۔۔
 "اس سے پوچھیں۔۔۔ کیا یہ مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟
 انپکڑ جھینڈ بولے۔۔۔

"اُن بائکل۔۔۔ یہ تو صاف ظاہر ہے۔۔۔
 "اچھی بات ہے۔۔۔ اس سے کہو۔۔۔ میں بھی مقابلے
 کے لیے تیار ہوں۔۔۔
 "انپکڑ جھینڈ۔۔۔ کسی نوش فہمی میں نہ رہنا۔۔۔ آپ اس
 لا یک لادھ بھی نہیں برداشت کر سکیں گے۔۔۔
 "اچھی بات ہے۔۔۔ نہیں رہوں گا نوش فہمی میں۔۔۔
 دیے تو میں بھی بھی نوش فہمی میں نہیں رہتا۔۔۔
 "اُن۔۔۔ بھی بھی غلط فہمی میں رہ لیتا ہوں۔۔۔ انپکڑ جھینڈ
 نے کہا۔۔۔
 "جھینڈ۔۔۔ اس سے مجھے مقابلہ کرنے دو۔۔۔ ایسے میں
 ہر دفعہ داؤ دو۔۔۔

"بھی۔۔۔ آپ مقابلہ کریں گے؟
 "اُن۔۔۔ میرے پاس کچھ چیزیں ہیں۔۔۔ میں ان کے

شکار

"انپکڑ جھینڈ نے دیکھا۔۔۔ آنے والے ان کے ساتھی تھے:
 "خیریت تو ہے جھینڈ؟
 "اُن دا اس وقت تک خیریت ہے۔۔۔ میں نے بند
 سکنگ کو پکڑا یا تھا۔۔۔ نیسلی روشنی کی موجودگی میں دیکھا
 ہے۔۔۔ بس ہو گی تھا،۔۔۔ میکن اس کی مدد کو یہ تھی لہذا
 آئٹھنگی تھی۔۔۔

"اوہ؛۔۔۔ ان کے منز سے ایک ساتھ نکلا۔۔۔
 "اور نیسلی روشنی اس کا پکھ نہیں بگاہدہ ہی۔۔۔ اس کا
 توڑ اخنوں نے پستے ہی کر رکھا ہے۔۔۔ ایجاد جو اس
 کی اپنی ہے۔۔۔

"ہوں! خیر۔۔۔ اب کیا پروگرام ہے؟ خان رحمن اس
 پروگرام جو اس مخلوق کا؟
 "شی دون پی۔۔۔ مخلوق نے کہا۔۔۔

ذویے اس کا مقابلہ کرنے کی کوشش کر سکتے ہوں۔

” نہیں پر و فیر صاحب - پلے بھے یہ اندازہ کر لینے دیں کہ اس کے مقابلے میں نہیں کہتے پانی میں ہوں: ” ایچھی بات ہے - بیسے تعدادی مرثی، لیکن اتنا خیال رہے - یہ تعدادے یہے حدود ہے خطہاں ثابت ہو سکتے ہے: پر و فیر داؤد ہوئے۔

” میں خیال دکھوں گا - آپ بخوبی کروں: ”

” لیکن انپکڑ جائید - آپ اگر اس ایک مقابلہ کسی دن کی طرح بگر بھی میں - تو یک فائدہ ہو گا - یہ تو کھروں کی تعداد میں ہیں: ”

” مسلمان صرف اور صرف اپنے اللہ کی رضا چاہتا ہے - اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ دو فتح پاتا ہے یا شکست: ”

” یہ کیا بات ہوں - اگر فتح پانے کی آدمیوں نہ ہو تو کوئی فوج بھی فتح حاصل نہیں کر سکتی - پر و فیر داؤد نے کہا۔

” آپ غلط سمجھے - کتنے کا مطلب یہ کہ مسلمان کو فتح ملے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کی رضا کے لیے یہ کام کیا اور اللہ نے اسے فتح دی۔

” اگر یہ شکست ہو جاتی ہے تو سب کرتا ہے اور کھٹا بے کر دے تو اللہ کی رضا کے لیے لا را تھا، اذکر اپنی ذات کے لیے: نہیں نے مقاومت کی۔

” یہ ہم دو اب بات تحریک نہیں:

” لہذا میں اس سے مقابلہ کر دیں گا - فتح و شکست اللہ کے لامع ہے - باقی دہی بات کھربوں کی تعداد کی - جب ان سے مقابلہ ہو گا، دیکھا جائے گا - زیادہ سے زیادہ بھی نہ کہ ہم شکست کھا جائیں گے - موت کے لحاظ آتے جائیں گے - تو یہ ہے:

” شو شانگ جائیں سی مخلوق غائبی۔

” یہ اس نے کی کہا:

” کوڑا ہے - تم مقابلہ شروع کرتے ہو یا میں دار کروں: ”

” ایک منٹ - میں ابھی مقابلہ شروع کرتا ہوں:

” کو کو انپکڑ جائید چند قدم پیچے ہٹئے -

” یہ کیا - آپ تو چچے ہست رہے ہیں:

” ہاں اس مخلوق سے مقابلہ بھے فرا اور اللہ سے کرنا ہو گا - کو اب اپنے اس آقا سے کہو - بھو پر تحلہ کرو: ”

"اچھی بات ہے: یہ کہ بیک سنگ نے مخلوق سے پچھا کر۔

مخلوق کا نام: اسا گھلہ۔ شاید وہ ہنسی تھی۔ آواز بھی سُنانی دی تھی، لیکن از کم اس کو ہنسی کی آواز تو کہا نہیں جا سکتا تھا، پھر مخلوق بست تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔ اس کی تیزی کو دیکھ کر انپکٹر جمیڈ کو بھی پچک رہ گی۔ انھوں نے ایک طرف دوڑ گھا دی۔

"یہ۔ یہ کیا انپکٹر جمیڈ۔ آپ تو بھاگ رہے ہیں۔" نہیں۔ یہ جھانگ نہیں ہے۔ مُخابطے کا انہاد ہے۔ "اچھی بات ہے۔ دیکھتے ہیں جسی اس مُخابطے کو بیک سنگ نسک رہا۔

انپکٹر جمیڈ نے ہلدہی مخصوص کر دیا۔ وہ دوڑ گئی۔ بھی اس مخلوق کا تابدہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ صرف ایک منٹ بعد دریافتی فاصلہ بالکل ختم ہوئے کے قریب ہو گیا تھا۔ انپکٹر جمیڈ نے ذرا انظر حملانے مخلوق ان کے سر پر پیچ چکی تھی۔ اور ایک چھلانگ کا کر ان پر آ سکتی تھی۔ ایسے میں انھوں نے فرزانہ کی یہے تابدہ آواز سنی:

"ابا جان بچھے۔"

"خاہوش رہو فرزان۔ وہ غرائی۔"

فرزانہ سہم گئی۔ اس سے اس قدر خوفناک بچے میں انھوں نے بھی بات نہیں کی تھی۔ دوسرا بات یہ کہ اس غرائی کا مطلب یہ تھا کہ وہ پودی طرح ہو شدہ ہیں۔ اچانک وہ بچے گرے۔ مخلوق جو یہیں ان کے بچے تھی۔ اپنی جھوٹکے میں فوراً نہ رک سکی۔ ساتھ ہی انپکٹر جمیڈ کی ٹانگ قدرے اٹھ گئی۔ مخلوق کا سدا وزن اس ٹانگ پر آیا اور وہ دوسرا طرف الٹ گئی۔ د صرف الٹ گئی۔ بلکہ لاٹھکتی چلی گئی۔ دوسرا طرف گھری کھانی تھی۔ آن واحد میں وہ اس کھانی میں گری اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"وہ مارا۔" خان رحمان چلتا ہے۔

"کمال ہو گیا۔" بیک سنگ کے منہ سے نکلا۔

"تو آپ اس کھانی کو پہنچے ہی دیکھ پکے تھے؟"

"اہ! لیکن یہ مخلوق اس کھانی سے بے خبر تھی۔"

"مرزا آ گیا۔" خان رحمان ہوئے۔

اب سب دو گ اس کھانی کے کنارے بجھ ہو گئے اور بچے دیکھنے لگے۔ کھانی یکڑوں فٹ گھری تھی۔

اور مخدوق اس کی تہیں بکھر جائیں لیکن بلخند پکھل دے گئی۔

"جی دیکھتے کے یہے اب بعد میں تو مردی سے
بخارے پاس چھڈ گیں جوئی پاہیے اپنکیلے جائیں تو
میرے پاس دوسریں ہے۔"

پروفسر داکٹر نے کہا اور ڈودہ میں نکال کر اس کی
طرف بڑھا دی۔ اب لفڑیوں نے بادی بدری ڈودہ میں
آنکھوں سے لگا کر ہیں ملتوں پر دیکھا شروع کیا۔
ذہ آور پھرستے کی کوشش کر دی تھی، لیکن گوپیدا جان
اس قدر آسان ۳ام نہیں تھا۔ یہ قریباً محدودی کھانی
تھی۔ ایسے میں اپنکلے جنید نے اعلان کی:

"اب اس پر پھردوں سے نشان بازی کی جائے
گی۔ تاکہ ہعلوم ہو سکے کہ یہ کس قدر سخت جان ہے
اور اس کے بعد اس کی لاش کا پوست مارٹ
کریں گے۔ تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہو سکے۔"

"ٹھیک ہے۔"

آنکھوں نے پتھردوں کی بادش شروع کر دی۔ پتھر
کی وہاں کی نہیں تھی۔ اور ڈھلوان میں پتھر گراہ
پکھ بھی مشکل نہیں تھا؛ تاہم نشانے پر بہت کم

پتھر لگ رہے تھے کیونکہ دریا میں خاصہ بہت
زیادہ تھا۔

"تین ڈودہ میں میں دیکھ کر نشانہ لگاتے کی کوشش
کیجھ نہ کروں؟ خان رحمان بوئے
یہ پتھر بھی کرو؟ اپنکلے جنید ملکا تے۔"

آنکھوں نے ڈودہ میں آنکھوں سے لگائی۔ ملتوں کا
نشانہ تھا اور دو نوں آنکھوں میں پکڑا ہوا ایک بڑا
بخاری پتھر اس کے سر پر دے مارا۔

پتھر اس کے سر پر لگا، ملخون اس کے لگتے ہی
ٹھہری اور ٹھہر دیکی۔

"وہ ملا۔ اس ملخون کو مارنا تو پکھ بھی مشکل نہیں،
صرف قدرتی سیکار کی ضرورت ہے۔ گولی یا بام کا اس
بڑ کوئی اثر نہیں، لیکن بخاری پتھر اگر بہت اونچائی
سے گلایا جائے تو ضرور کام کرتا ہے۔ خان رحمان
پر جوش انداز میں چلاتے۔"

اس یے کہ نہیں سے جس قدر زیادہ بلندی سے
کوئی چیز گرانی جاتی ہے۔ وہ اتنی ہی طاقت سے یقین
گرتی ہے۔ کشش ثقل کا سلسلہ ہے۔ پروفسر داود بوئے۔
لیکن انکل۔ ہم پتھردوں کی تعداد میں اس ملخون

سے مقابلہ کس طرح کر سکیں گے بھلا۔ اس تعداد کے لیے کوئی تحسیار ہی ایجاد کرنا ہو گا۔
اب یہ کام مشکل نہیں رہا۔ پروفیسر داؤڈ پر جوش انداز میں ہو لے۔

”جی کیا مطلب؟ وہ کیسے؟“

”وہ ایسے کہ اگر اس کی لاش ہمارے ہاتھ گک جاتے تو کام بن جاتے گا۔ بلکہ اگر اس میں ابھی زندگی کے آثار باقی ہوں تو اور بھی اچھا ہے۔“

”ہوں۔ تو پھر ہمیں یہچے جانا ہو گا اور اس کے لیے کسی ہیلی کاپڑ کی ضرورت پیش کئے گی۔ گویا ملٹری کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔“

”بلکہ بیک سنگ جیسے لوگوں سے اس راز کو پوچھ، بھی رکھنا ہو گا۔“

”شاید راز پوچھیدہ تو نہ رکھے۔ اس لیے کہ ہمدنی بذین پر ان لوگوں نے جتنے آدمی بھیجے ہیں۔ آخر ان سے ان کا رابطہ بھی تو ہو گا۔“

”ہوں۔ نیز۔ انھیں خبر ہوتی ہے تو ہو جائے۔ پروفیسر داؤڈ ہو لے۔“

”غان رحمان۔ تم فوراً جاؤ۔ اور ملٹری والوں سے

کہو۔ ایک عدد ہیلی کاپڑ فوٹا دکار ہے۔ ہم نے شکار مار لیا ہے۔ انپکڑ جیش بولے۔

”اور مارا بھی ہے۔ پھر کے زمانے کی طرح۔ فائدوں نے ہمکار کر گما۔

غان رحمان سکلتے ہوئے چلے گئے۔ جلد ہی انھیں ہیلی کاپڑ مہیا کر دیا گی۔ اب وہ اس میں سوار ہوتے اور یہچے وادی میں پڑے۔ وہ دو رین میں مخلوق کو بھی دیکھتے بارہ ہے تھے۔ وہ اب تک بے حس و حرکت پڑی تھی۔ گویا یا تو بے ہوش تھی یا بالکل مر چکی تھی۔

ان کے دل اب بہت تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ جوں جوں وہ یہچے ہو رہے تھے، دھڑکنوں میں اضافہ ہوا رہا تھا۔ اور پھر ہیلی کاپڑ اس مخلوق سے کچھ فاسٹے پر اُتر گیا۔ وہ اس سے یہچے اُترے اور پوری احتیاط سے ایک ایک قدم آگے بڑھانے لگے۔

زدیک پہنچ کر انھوں نے دیکھا۔ اس کے سے نون پر کر جم چکا تھا۔ نون سیاہی مائل تُرخ

بہت گاڑھا تھا۔

”یہ۔ یہ تو مر چکا ہے۔“

”افسوس! یہ بُرا ہوا۔ پروفیسر داؤڈ نے کہا۔“

"یکن۔ اب ہم کر بھی کہ سکتے تھے؟ اپنکی جشن
نے کہا۔

"ہاں یہ تو ملیک ہے۔ خیراب اس کی لاش
کوئے غریس عحدت مک جانا ہوگا۔ صحر تمام ہو گی
اور سائنس دان اس کا تجزیہ کریں گے؟"

"ویسے اس لاش کے ملنے کے ساتھ ہی ہمارا یک خیل
تو بالکل نسل شایست ہو گیا ہے۔ محمود بولنا۔

"ادہ ہاں دا تھی۔ اپنکی جمیش چونکے۔

"کی مطلب۔ کون سا خیال ہے پر دفیس داؤد اور خان
رجحان ہوئے۔

"ہمارا خیال تھا۔ یہ کوئی انسانی مخلوق نہیں ہے۔
بلکہ انساد جو کا تیار کردہ روبوٹ ہے۔ نبی مخلوق نہار بولث
اور انساد جو نے ایک بار پھر دنیا کو دھوکا دیتے کا اور
دھوکا دے کر ان گنت فائدے آٹھانے کا منصوبہ
بنایا ہے، یہکن اس لاش کے ملنے کے بعد اب، ہم

یہ کہنا پڑے گا۔ ہماری اس زمین پر یعنی برہت
کے آس پار ضرور یہ مخلوق آباد ہے۔ اور ہمارے بالکل
پر چل آور ہونے کے لیے پر قول درہی ہے۔ بلکہ ایسا
کرنے کے لیے اس نے ہماری زمین پر سائزشوں کے

جالی بچا رکھے ہیں۔ اور بلکہ لگ بھی اس کی سازش
کا ایک حصہ ہے۔

"تب پھر ہم۔ بہت بڑے خطرے سے دو چار
ہیں۔ اس قدر بڑے کہ شاید لوگ سوچ بھی نہ سکیں۔"
اللہ اپنارحم فرمائے۔

آخر لاش کو اٹھایا گیا۔ دُو دن میں زیادہ نہیں
تھی۔ پھر یہی کاپڑ اٹھا اور دُو اس عحدت مک پہنچے۔
اپنکے دی پھر یہاں چیل چکی تھی کہ مخلوق کو مار گرایا
گیا ہے۔ اور اس کی لاش کو لایا جا رہا ہے۔

لاش کو صحن میں لا کر دکھ دیا گیا۔ یہ خیر انشادی
کی حکومت اور دوسری۔ تمام حکومتوں کو دی گئی۔
ماہرین فروز وہاں پہنچ گئے۔ اب اس مردہ جسم کا
محاذ شروع ہوا۔ تکنی گھنٹوں کی محنت کے بعد آخر
رپورٹ تیار ہو گئی۔ اس رپورٹ کو سب کے سامنے
رکھا گیا۔ جو یہ تھی:

"اس میں اور دوسرے انسانوں میں صرف ملے
کا فرق ہے۔ جسم کے کام کرنے والی طریقہ بالکل ایک
ہے۔ دماغ بھی بالکل عام انسانوں میں ہے۔
دل اور دوسرے تمام اعضا بھی۔ گویا یہ انسان ہی

ہیں۔ بس ان کے سر اور طرح کے ہیں۔ چھرے اور طرح کے ہیں۔ ملائیں اور طرح کی ہیں۔ بنادٹ کے لحاظ سے یہ انسانوں سے باقل مختلف ہیں۔ لیکن جسم کے کاموں کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ گولی اور بم وغیرہ اس پر اڑکوں نہیں کرتے۔ تو یہ ان کے جسموں کا کمال نہیں تھا۔ بلکہ ان کے پاس ساتھی آلات پچھے اس قسم کے تھے۔ اس کے پاس ایک پستول، اپنے ارد گرد نظر نہ آنے والی شعاعوں کا جال پھیلانے والا ایک آر۔ اور اس قسم کی کتنی چرت ایکٹر چیزیں تھیں۔ ان چیزوں کی مدد سے یہ انتہائی طاقت درجن جاتے تھے۔ اور ان کی وجہ سے دُنیا کے تھیاروں سے محفوظ رہتے تھے۔ اب ان کے سامنے۔ بلکہ پوری دُنیا کے سامنے یہ سوال تھا کہ ہم کیا کریں۔ اس قدر بڑی تعداد میں اس مخلوق کا مقابلہ، اس طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ریسرچ کی ضرورت تھی۔ اور اس میں وقت منہ ہونا تھا۔ بیک سنگ اب ان کے قبضے میں تھا اور اس سے ان کی آبادی کا راستا معلوم کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اشارجہ کے ہمراں رابر اس

سے معلومات حاصل کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے، لیکن کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ اشارجہ نے جب یہ دیکھا کہ اس کام میں ابھی بہت زیادہ وقت لگنے کا امکان ہے تو گدسرے ملکوں سے بلائے جانے والے تمام لوگوں کو واپس بیجع دیا گی، لیکن اپنکے جنید نے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ اس سارے معاملے کے انچارج کرنے والے کے سامنے اخیں پیش کیا گیا۔

”میں نے مٹا ہے۔ آپ واپس نہیں جانا چاہتے؟“
”یہ بات نہیں جتاب؟ ہم واپس ضرور جائیں گے، لیکن ابھی نہیں۔“ اپنکے جنید بولے۔
”یہ مطلب۔ ابھی یہاں رہ کر آپ لوگ گئی کرنا چاہتے ہیں؟“

”اس مخلوق کے ذمے دار لوگوں کو بھی آخر ہماری کارروائی کی خبر ہو گئی ہوگی۔ وہ ضرور ہماری آئندہ تیاریوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی سوچ رہے ہوں گے۔ لہذا ہماری تیاریوں کے بارے میں کوئی جبراں نہیں پہنچنی چاہیے۔ بس اسی سلسلے میں ہم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔“

" تو کیم آپ کا یہ خیال ہے کہ ہم اس قسم کی اختیاط نہیں کر سکیں گے ۔ اور ہمارے راز ان تک پہنچ جائیں گے । کرنل دانتے نے طنزیہ انداز میں کہا ۔

" یہ نہ جو یہیں کہ اس سادی محض میں اصل کامیابی ہم نے حاصل کی ہے ۔ آپ سب مل کر اس مخلوق کے ایک فرد کو بھی ہلاک نہیں کر سکتے ۔ جب کہ یہ کام نامہ ہم نے سراخاں دیا ہے ۔

" یہ بات تو تسلیم ہے ۔

" تو پھر آپ یہ بات بھی تسلیم کریں گے کہ اگر ہم دخل اندازی نہیں کریں گے تو سارے راز ان تک پہنچ جائیں گے ۔

" آخر کیسے ۔ بیک بٹگ تو گزدار ہے ۔ اور اس کی نجگانی ہر وقت ہو رہی ہے ۔

" اس مخلوق کا صرف ایک فرد اگر بیک بٹگ کو چھڑا آگی تو ۔ انپکڑ جمیں مکار دیے ۔

" کیا !! اُوہ چلایا ۔

" کیوں ۔ کی نہیں آ سکتا ؟

" آ سکتا ہے ۔ بالکل آ سکتا ہے ۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

" آ سکتا ہے نہیں ۔ آ پکا ہے ۔ اور آپ ۔ وہ

اس کے بارے میں نہیں جانتے ۔

" یہ ۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟

" اگر آپ کو یقین نہیں آیا تو ہم آپ کو آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں ۔

" یہ واقعی ؟ اس کی آنکھیں چرت اور خوف سے چل گئیں ۔

" آپ ہمارے ساتھ پہنچے ۔ ابھی تجربہ کر دیتے ہیں ۔

" پہنچے ۔ وہ فراز اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔

" اس ریسرچ سٹرڈ ہے ۔ جس میں ابھی تک اس مخلوق کی لاش رکھی گئی تھی ۔ جو نہی کرنل دانتے کی آمد کی خبر پہنچی ۔ ریسرچ سٹرڈ کا انچادرج پرووفیر فارون پکتا ہوا ان تک پہنچا ۔

" سر ۔ آپ ۔ آپ نے آنے سے پہلے اطلاع تک

میں دی ۔ میں آپ کے استقبال کی تیاری تو کرایتا ۔

" اس کی ضرورت نہیں ۔ اس مخلوق کے سلسلے میں برپا گماں تک پہنچی ۔ کرنل نے پوچھا ۔

" کام ابھی جاری ہے سر ۔ روپیں تیار ہو رہی ہیں ۔

" بالکل ہونے پر ہی آپ کی خدمت میں پیش کی جا سکتی ہیں ۔

" یہاں جو کام ہو رہا ہے ۔ اس کو بالکل خوبی دکھا

جا رہا ہے تا۔ تاکہ اس خلوق کے علم میں اس کام
کی ہوا۔ تک نہ پہنچ سکے۔
”جی ہاں۔ باکل۔“
”یکن اپکٹر جھیند کا خیال ہے کہ داڑ براہر باہر
رہے ہیں۔
”کیا مطلب؟“

”وہ زور سے اچلا۔ اس کی آنکھیں جیرت اور خون
سے پھیل گئیں۔“

چند لمحے لکھنے کے عالم میں گزد گئے، پھر کرنل والتے
نے کہا:

”تو آپ کے خیال میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور اپکٹر
جھیند کا خیال بالکل غلط ہے۔
”جی ہاں! باکل۔“

”یکن اگر ہم آپ کو یہاں غلط لوگ دکھادیں تو اپکٹر
جھیند نے طزیر بھے میں کہا۔

”تو میں اپنی ملازمت سے استغفار دے دوں گا۔“
”اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔“ اپکٹر جھیند
نے کہا۔

”جی کیا مطلب؟“ اس نے چونک کر کہا۔
”اگر ہم یہ بات ثابت کر دیں۔ اور آپ ملازمت
سے استغفار دے دیں تو اس سے فائدہ کیا ہو گا۔ فائدہ

تو یہ ہو سکتا ہے کہ جو آدمی یہاں جائیسوی کرنے لے
ذمے دار ہیں۔ گرفتار ہو جائیں۔

”بھی۔ کیا مطلب ہے؟“

”آئیے۔ ہم یہاں کام کرنے والے ایک ایک اور
کوچیک گرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انپرکش جھیڈ نے کہا۔“

”ضرور بحاب۔ شوق سے۔ بھلا، بھیں کی آفرینش ان لوگوں کے علاوہ کوئی بھال موجود نہیں ہے۔“
”اہ! سونی۔“ لقین ہے۔

”اعتراض اس وقت نہیں۔ بہت جلد ہو جائے
گا۔“ وہ سکرانے۔

”پتا نہیں، اب کسی باتیں کر رہے ہیں؟“

”جس قسم کی کرنا آتی ہیں۔ اس قسم کی کر سکتے ہیں۔“
فاذوق نے من بنایا۔

آخر دوہ اندر داخل ہو گئے۔ سارے علکے کو الی
میں جمع کر یا گی۔ انپرکش جھیڈ نے مجھے رجڑی ہاتھوں
ہیں سے یا، جس میں ان سب کے نام وغیرہ درج
تھے۔ پہلے حاضری چیک کی گئی۔ رجڑی کے مطابق پر
لوگ موجود تھے۔

”ان کے علاوہ کوئی اور آدمی عمارت میں اگر بول
ہو تو اس کے بارے میں بھی بتا دیں۔“

کر کے پھر جو لہ:

”لیکن اپنکا جیش - اگر آپ یہاں سے ایک عدد خدا
بلا بھی یتے ہیں تو اس سے کیا خطرہ مل جائے گا؟
”بات خطرہ ملنے نہ ملنے کی نہیں ہے - یہ تی
خونق دُنیا پر قابض ہونا چاہتی ہے - اس غرض کے
لیے اس نے ہماری اس دُنیا کے کچھ آدمی توڑ لیے
ہیں - انھیں اپنی زبان لیک انھوں نے سکھا دی ہے
جیسے کہ بیک لگا - اب، ہمیں ان جاسوسوں سے
اوہ ان کی کارروائیوں سے تو خیزار رہنا، ہی پڑے گا۔
ورتہم تو بے موت مارے جائیں گے:
”ایک بات سمجھ میں بالکل نہیں آ رہی۔ کرنل والے
نے کہا۔

”چلے آپ بھی بتا دیں، کون کی بات سمجھ میں
نہیں آتی؟“

”جب یہ مخلوق اس قدر طاقت دو ہے - اس قد
مری قیاد میں ہیں - اور ہمارا پورا ایک شہر ان کے
ایک آدمی کا مقابل نہیں کر سکتا تو آخر انھیں ہم
جنی پعدی دُنیا سے ٹردے کیا ضرورت ہے -
ہمارے ان اختلافات کے باارے میں انھیں معلومات

ماصل کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟“

”کچھ کمزوریاں تو ان میں ضرور موجود ہیں - اور وہ
ہانتے ہیں کہ بعض معاملات میں ہم ان کی نسبت زیادہ
طاقت دو ہیں - شکا ہو سکتا ہے۔ یہ مخلوق ابھی یہم ہم
اور ڈینہ رو جن ہم نہ بنائیں ہو۔ اگر یہ بات ہو، تب
تو اس پوری قوم کا مقابل آسان کام ہو گا：“
”اوہ - اوہ - ان سب کے مزے نہ کلا۔

”جس طرح ہمیں پوری طرح معلوم نہیں کر دے کتنے
پانی میں ہیں - انھوں نے کیا کچھ ایجاد کر دکھا ہے -
اوہ جگ کی صورت میں ہمیں کیا کچھ پیش آئے والا
ہے - اسی طرح انھیں بھی ہمارے باارے میں زیادہ
معلوم نہیں؟“

”لیکن یکوں - انھوں نے بیک لگا جیسے لوگوں سے
دُنیا کے حالات معلوم کر لیے ہوں گے؟“

”ضرور معلوم کیے ہوں گے - لیکن بیک لگا کو بھی
تو تمام حکومتوں کے ٹھیک راز معلوم نہیں ہیں۔“

”پچھے نہیں۔ آپ کی باتوں سے ثابت یہ ہوا کہ انھیں
معلومات کی بہت ضرورت ہے اور ہماری وجہ سے کہیں
آن کی یہ ضرورت پوری نہ ہو جائے، دوسرے یہ کہ ان کی

کوشی ہے کہ ہم ان کے بارے میں کچھ معلومات
حاصل نہ کر سکیں۔ مداری بات کا بیچجہ یہ کہ ہمیں ایک
تو یہ کوشش کرنا ہے کہ بماری دنیا کی کوئی بات انہیں
معلوم نہ ہو۔ اور ان کی باتیں ہمیں زیادہ سے زیادہ
معلوم ہو جائیں۔ تاکہ مقابله کی صورت میں ہم پہلا
چحاو کر سکیں!

”اپ کی باول سے اس پودی طرح اتفاق کرتا ہوا
انپکٹر صاحب مکان واپس نے چل دی سے گیا۔

سبت، سبت شکری سر۔ یہ جان کر ایک دن ہوا
کہ کوئی تو ہے یہاں۔ جو یہری باول سے اتفاق کرتا
ہیں اس وقت قدموں کی لہوار سانی دی۔ خان
رہمان ان یعنوں کے سامنے آتے نظر آئے۔ انہوں نے
اپنے یہتوں کی زندگی دو ادیکوں کو لے لکھا تھا۔

”اوے۔ یہ کیون ایں اور کیا تھے؟“

”ایک گرسے میں آلات کے ساتھ موجود تھے۔“

”آف۔ یہ میں کیہ دیکھ دلا ہوں۔ پروپر فارن لے
کا پتی کھواز میں کیا۔“

”ہم نے اپنا خلائق ثابت کر دیا۔“ اب اپ جائیں،
اپ لا کام۔ ہمیں فی الحال اپنے ملک چاہے ہیں۔

جب آپ لوگوں کی تیاریاں مکمل ہو جائیں تو اپنے پردہ
سے مطلع کر دیجیے گا۔ ہم حاضر ہو جائیں گے۔
ان کے مز سے کوئی لفڑا نہ مکل سکا۔ دوسرے
دن وہ اپنے وطن کا رُجھ کر دے چکے اور اشارجہ کے
پہنچنے والے آئیں انہیں اختیت کر رہے تھے۔
ان کے ملک کے یار پورٹ پر ان کے بھی دوست
درزے ہیں ائمہ استقبال کے ہیں موجود تھے۔
یہاں اس مخلوق کی کی خوبی ہیں؟ انپکٹر جستہ نے
آنہی صاحب سے یہ لوحجا۔

”اپ وہ ایک سے زائد نظر آنے لگے ہیں۔“
”اوے! میں ان میں سے ایک کو زندہ پکڑنا یا اپتا ہوں۔
کی مطلب۔ زندہ۔ یہاں اس طرح آتی بھی صاحب
کے لئے میں حیرت تھی۔
”بس دیکھتے جائیں۔ ہم کل ان میں سے ایک کو
زندہ پکڑیں گے۔“
”یہیں تم اس کا کھو دے گی؟“
”ایہ بخوبی کہوں گا صرف۔“

”خوب۔ بخوبی کہوں گا۔“
”خوب۔ خود کرنا تھا۔“ دو کام نہ ہے، یہیں خود
کو خرے میں ڈالے بھی۔ اس مخلوق نے پورے ملک

کو خوف دہراں میں بستا کر دیا ہے۔ بلکہ پوری دنیا اس وقت خوف کی پیٹھ میں ہے:

”جی ہاں: یہ تو خیر میں عسوی کر چکا ہوں۔ لستے میں جہاں جہاں بھی، بھیس رہنا پڑتا۔ یہی چرپے سنتے ہیں آئے۔ ہر کوئی اس مخلوق سے خوف زدہ ہے۔ اور ذہنوں پر یہ خوف پھاتا جا رہا ہے۔ کہ اس مخلوق نے اگر ہماری دنیا پر حملہ کر دیا تو کیا ہو گا۔ ہم کی کیں گے؟“

”اللہ اپنا رحم فرمائے۔ ہم نے سوچا بھی نہ تھا کہ بھی ایسا بھی ہو سکتا ہے：“

”اُن سے مختصت ہو کر وہ گھر پہنچے۔ گھنٹی کی آواز سننے، ہی بیگم، عشید دوڑی آئیں اور دروازہ کھول دیا：“

”اُف! ماک! میں کس تدر پریشان تھی؟“

”یکوں۔ اتنی جان۔ کس لیے؟“

”دُنیا کی نجربی من کر۔ کچھ کم خوف ناگ خبریں تو سننے میں آئیں دیں؟“

”ہاں! وہ تو ہے：“

اور جب مجھے نجربی تھی کہ آپ کا اور اس مخلوق کا مقابلہ ہوا ہے۔ تو میری جان پر رہی بن گئی تھی۔

یکوں لگ مقابلے کے نتیجے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ

”خدا۔ غالب اشارجہ نے خبر کا یا قی حدہ واڑ میں دکھا تھا۔“

”کی مطلب؟ وہ پوچھے۔“

”یکوں۔ کیا آپ کو اس بارے میں معلوم نہیں۔ ان کے بچے میں چرت تھی۔“

”نہیں تو۔“

”ہمیں یہ تو معلوم ہے۔ کہ آپ کا اور اس مخلوق کا مقابلہ ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ کیا رہا۔ یہ نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا۔“

”صرف تھیں معلوم نہیں یا کسی کو بھی نہیں معلوم؟“

”انپر بھی جیش کے بچے میں چرت تھی۔“

”کسی کو بھی معلوم نہیں ہو گا۔ انہوں نے بتایا۔“

”یہ عجیب بات ہے۔ ایک منٹ یہ کہ کر انہوں نے آئی بھی صاحب کو فون کیا۔ وہ دفتر پہنچ چکے تھے۔“

”فرماداں کی طرف سے جواب ملا۔“

”سر۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارا اور اس مخلوق کا مقابلہ ہوا تھا؟“

”یہ بات تو مادی دُنیا کو معلوم ہے۔“

”اس مقابلے کا نتیجہ کیا تکلا تھا؟“

”اشارجہ نے اس خبر کو شائع نہیں کیا تھا۔“

"ادہ۔ لیکن کیوں؟"
 "دُو بھی نہیں بتائی گئی تھیں:
 "اچھی بات ہے۔ بہت بہت شکریہ:
 "ایک منٹ جتنے۔ اب تم تو بتا سکتے ہو۔ اس
 مقابلے کا کیا بنا تھا؟
 "دُو ہمارے ہاتھوں مارا گیا تھا، لیکن ابھی آپ ہے
 بات کسی کو نہ بتائیے گا:
 "اچھی بات ہے:

اب اپنے جتنے اخادرم کے کرنل دانتے کو فون
 لیا۔ سندھ طے پر دُو دفعے:

"ہیلو سڑ روانے۔ یہ یہ ہوں۔ اپنے جتنے:
 "ادہ! آپ والوں پیغام گئے:

"بھی ہاں! یہ تو بتائیں۔ اس مخلوق میں سے ایک
 ہمارے ہاتھوں مرجانے کی خبر کس لیے چھپائی گئی؟
 "تاکہ اس مخلوق کو ان کی اس کمزوری کا پتا نہ جیل
 سکا۔ اور ہم فائدہ اٹھائیں۔ اگر انہیں اس کمزوری
 کا پتا چل جائے گا تو وہ ان کا بھی کوئی دکول انتقام
 کر لیں گے:

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ نہ ہاتھوں نے ملکتی ہو۔

کر کہا اور رسیدور رکھ دیا، پھر بیگم جتنے کی طرف گزرتے۔
 "اس دوران اپنے کامران مرزا کا کوئی فون آیا؟"
 "بھی نہیں۔ دُو، بولیں۔
 "ادہ شوکی برادر نہ کہا۔
 "ان کا بھی نہیں آیا۔
 "حرمت ہے۔ پوری دنیا میں تھلک چاہوا ہے۔ کھبلی
 بھی ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں کا پیتا ہی نہیں کہ کہاں ہیں؟
 "کیا آپ ان کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں؟
 "اہ! میں ایک مہم پر روانہ ہونا چاہتا ہوں۔
 "کہاں جانا پاہستہ، میں بھروسہ نے فدا پوچھا۔
 "برفت کے اُس پادشوہ، بولے۔
 "بھی۔ برft کے اُس پادشوہ سب چونک کروئے
 "اہ! اس مخلوق نے مجھے برft کے اس پار کی
 سیر تو کرانی تھی، لیکن میں برft کے اس پار جانا
 چاہتا ہوں۔
 "لیکن ابا جان! یہ تو صاف موت کے مز میں جانا
 ہے، یکونگ برft کے اس پار، یہ تو یہ مخلوق آباد
 ہے۔ بھلا یہ مخلوق وہاں، ہمارا داخلہ کس طرح برداشت
 کرے گی۔ وہ تو ہماری دنیا پر قابض ہونے کے

خواب دیکھ درہی ہے:

"ایسی یہی میں انپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی
ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ تینوں
پارٹیاں مل کر یہ سفر کریں۔"

"یکن، ہم اس تمام کو تلاش کس طرح کریں گے؛
جب کہ آپ کو دستاںک معلوم نہیں۔"

"بعنی پچھہ نہ کچھ تو کریں گے، ہی؛ وہ مسکراتے۔
اب انھوں نے انپکٹر کامران مرزا کے نمبر والی کیے،
بیگ کامران مرزا نے انھیں بتایا کہ ان کا کوئی پتا نہیں۔
دُور دُور ہمک پتا نہیں۔ یعنی وہ بتائے بغیر اس طرح
غائب ہیں، جیسے گھرے کے سر سے یہاں گئے۔"

"اچھا۔ اگر وہ آ جائیں تو انھیں کہیے گا۔ مجھے فدا
فن کریں۔"

"ٹھیک ہے۔ وہ بولیں۔
سلسلہ ساخت کر انھوں نے شوکی برادرز کو فدا کیا
شوکی کی والدہ نے ولیور الٹھایا:

• السلام علیکم جہانی۔ یہ پانچوں کمال ہیں؛

• غائب ہیں۔ وہ نہ لیں۔

• یکن کمال ہے۔

"حلوم نہیں کہاں ہیں۔ بتاتے تو کہہ ہیں نہیں۔

بس غائب ہو جاتے ہیں۔"

"کتنے دن سے غائب ہیں؟"

"ایک ہفتہ ہو چلا ہے۔"

"منور علی خان تو نہیں آتے تھے ان کے پاس؟" انپکٹر
جیشید نے پوچھا۔

"نہیں۔ کوئی بھی نہیں آیا۔ بس وہ غائب ہو گئے۔"

"رفعت بھی ان کے ساتھ ہے۔"

"اہا؛ وہ ان سے کم تو نہیں۔ ہے۔ شرکی کی والدہ
نے شاید بُرا سامنہ بننا کر کہا۔

"اچھا۔ اگر وہ آ جائیں تو ان سے کہیے گا۔ مجھے

فدا کریں۔"

"اچھی بات ہے۔"

مایوساً انداز میں ولیور رکھ کر انپکٹر جیشید نے ان
کی طرف دیکھا:

"دونوں پارٹیاں غائب ہیں، اب کیا کریں؟"

"جو آپ پسند کریں۔"

"میں رہاں رک گر وقت برپا نہیں کرنا چاہتا۔ اس

سم پر نکل یہاں چاہتا ہوں، یکن اس طرح کہ سب کو

یہی معلوم رہے۔ کہ ہم کہیں نہیں گئے ہوئے:

لگو یا آپ خوبی طور پر نکلا چاہتے ہیں؟

"لہ! اور ہم میک آپ میں ہوں گے۔ بہتر فرم کے میک آپ میں۔ کوئی نزدیکی آدمی بھی دیکھے تو یہیں نہ سکے۔"

"بھسپی داء؛ پھر تو مزا آ جائے گا"

"مزے کا کیا ہے۔ وہ تو آتا جاتا رہتا ہے۔

اُس پار ہمیں کام کرنا پڑے گا!

"وہ بھی ایکیے۔ دونوں پاریوں کے بغیر۔ فاروقی سے منت بنایا۔"

"شاید ان سے کہیں ملاقات ہو، یہی جانتے۔"

"بہت مشکل ہے ابا جان۔"

"یہ مشکل پستے بھی الٰہ آسان کرتے رہے ہیں۔ اکثر ہماری ملاقات سفر کے دوران ہوتی ہے۔"

"تب لوہم دعا کرتے ہیں کہ ان سے کہیں ملاقات ضرور ہو جائے۔ فرزانہ بولی۔"

"آہ میں!"

"یہیں دن سک کو خیر انداز میں تیاریاں کرنے رہے۔ ان کی تیاریوں کے بارے میں بیگ حمید کے

علاوہ کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ یہاں سک کر بیگم شیرازی اور اکرام سک کو بھی معلوم نہیں تھا۔ انھوں نے آئی جی صاحب کو بھی نہیں بتایا۔ اور پھر ایک دات میک ایک بجئے۔ وہ کھر کے پچھلی طرف سے پاٹپ کے ذریعے نیچے اُترے اور پیدل ہی ایک سمت میں روازہ ہو گئے۔

رات کی تاریخی میں وہ کئی گھنٹے تک پیدل ہی رہتے رہے۔ وہ سڑک پر نہیں چل رہے تھے۔ بلکہ جگل کے راستے جا رہے تھے۔ راستا ان کا دیکھا جالا تھا۔ درد دات کے دقت درختوں کے درمیان سفر کرنا حد درجے خطرناک ہوتا ہے۔ اپنکڑ جمیڈ کے ہاتھ میں چل ٹادج موجود تھی۔ اس کی مدد سے وہ آگے بڑھ رہے تھے۔

سچ کی روشنی بھی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ کہ وہ ایک گاؤں میں داخل ہوئے۔ گاؤں میں انھیں ایک کار کھردی نظر آئی۔

انھوں نے ماشڑ کی سے کار کا دروازہ کھولا۔ اُدسرے ہی لمحے وہ کار میں اٹے جا دیے تھے۔ پھر کار بھی انھوں نے ایک جگہ چھوڑ دی۔ اور ایک

دوسرا کارڈ اٹانی - اس طرح وہ کارروں وغیرہ پر سفر
کر کے دود سے زور ہوتے چلے گئے -

اور آخر ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے چہاں سے
انھیں اپنے ملک سے باہر نکل جاتا تھا - اس جگہ سے
بھی انھیں صرف رات کے وقت نکلن تھا - لہذا وہ
ایک بجھ رات ہونے کے انتظار میں دبکے رہے -

آخر وہ رات کے وقت باہر نکلے اور سرحد عبور
کر گئے - ایسے میں ان کے چھروں پر تیز روشنی پڑی -

غلط خبر

وہ چاروں طرف سے روشنیوں میں نہا گئے - روشنی
اس قدر تیز تھی کہ انھیں آنکھوں پر لا تھے رکھنا پڑے:
”بھتی یہ کیا مصیبت ہے - اتنی تیز روشنی بھی کس
کام کی جس میں ہم کچھ بھی نہ دیکھ سکیں۔“ فاروق نے
بھٹک کر کہا۔

”بہت پھب کرنکے تھے نا، لیکن نہیں جانتے تھے۔
تو اسراز انداز میں کہا گیا۔

”نہیں جانتے تھے - کیا نہیں جانتے تھے - جب تک
اپ بتائیں گے نہیں کہ ہم کیا نہیں جانتے تھے، اس
وقت تک یکسے جان پائیں گے کہ ہم کیا نہیں جانتے تھے۔
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

”توبہ ہے تم سے۔“ فرزاد جلا اٹھی۔
”تسلی جانتے تھے کہ ہماری نظری مسلل تم پر ہیں۔“

جس وقت سے تم گھر سے نکلے ہو۔ اور جس طرح تم اُوچا۔ اب میں بھا۔ ہاں تو جناب! میں اب کار پر کار بدلی بھے۔ اس سادی کامروانی کی میں خالی ہوا جاتا ہوں۔ آپ پسے اپنی کر لیں۔

جس بھے۔ اُدے باپ دے۔ واقعی یہ بات ہم نہیں جانتے ہیں۔ اتنا بہت سادقت خانع کر دیا۔ وقت کی قدر تو تھے۔ ہم تو اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ... فاروق تھا اسی پاری پاری قوم میں نہیں ہے۔

کہتے کہتے رک گیا۔

کیا ہوا۔ زبان تک تو یہ روشنی نہیں پہنچ گئی۔ گھر نے سکا کر کیا۔

آپ لوگ چب گھر سے نکلے ہیں۔ اس وقت بھی ہماری نہ نہیں۔ میں سوچ رہا تھا۔ اس موقع پر خلیل نظر آپ پر تھیں۔

فہمی کے بجائے غلط فہمی استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔

”خفر کیسے؟“

”حد ہو گئی۔“ فرزان نے بتانا کر کیا۔

”ہاں! وہ تواب دیے بھی ہو گئی ہے۔ دیکھو،“ ارسہ بات رے۔ پھر تو ہم نے غلطی کی۔ بہت تکلف انہیں۔ توڑا دلکشوم میں بیٹھ جاتے، آنا تو اس کو بھی میں تھا۔

”ہاں بالکل۔ خیراب بھی تو آپ یہاں آگئے ہیں۔“

”باتیں۔ آگے کہاں جانا ہے؟“

”بچ پیچ بتا دیں۔“ انپکڑ جمیش شوخ آواز میں بوئے۔

”اے بھی پیچ میں ہے۔“ فاروق نے توڑا کیا۔

”تم پچ نہیں رہ سکتے۔“ انپکڑ جمیش خڑائے۔

تیر دشمنی میں راکٹوں افیض کسی خالوس کی طرح بچے
آتا دھکانی دیا۔ اور پھر وہ کسی ہیلی کاپٹر کی طرح زمین
پر ۲۰ کروڑ فٹ تک گئی۔ ساتھ ہی اس کا دروازہ بھل گیا۔
بڑا بڑا پل رہے تھے۔ یہ بالکل کسی راکٹ جیسا تھا،
بڑا اور کی طرف تھے۔

پہلے سوار ہو جائیں۔ آپ کو بلے پوڑے سمندری سفر
سے بھی نجات مل جائے گی۔

نہست نہست شکریہ۔ آپ ووگ بہت اپنے ہیں۔
ویسے کی، ہی اچھا ہو۔ فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

کی کہنا چاہتے ہیں؟ جمل بھسن کر کہا گی۔

کیا ہی اچھا ہو۔ آپ راکٹوں بھی ویسے ہمارے
پاس رہنے دیں۔ سماں کا اس پر ہم اس وادی کی سیر کر
یا کریں۔ دہلی بھیں اور کام، ہی کی ہو گا۔

نکر دکریں۔ مرتبے سے زیادہ اہم کام کیا ہے
دہلی۔ برف کی ٹھنڈگ میں تھنڈر ٹھنڈر کر منا ہو گا۔

ایسے میں راکٹوں کی تو آپ ووگوں کو سوچے گی بھی نہیں۔

اگر واقعی یہ بات ہے تو ہم اپنی والدہ سے آری
لہات کر آئیں ذرا۔ راکٹوں کا رُخ ہمارے گھر کی طرف
اڑ جائے تو بہتر ہے۔

”ہاں انپر گھست۔ اگر آپ بیچ نہیں بتائیں گے اُن
پھر ہم خود آپ کو بتائیں گے کہ آپ کہاں جانا پڑتے
ہیں۔ کہا گیا۔

”آپ ووگ دُنیا کے اس حصے میں جاتا چاہتے ہیں
جہاں یہ خلوق آباد ہے۔ یہ نے غلط تو نہیں کہا۔
”نہیں۔ انضول نے قیام کیا۔

”لیکن دہلی آپ ہماری مدد کے بغیر نہیں جائے
یہ راکٹوں آپ کو دہلی پہنچا سکتا ہے۔

”تو پھر مہربانی کریں۔ ہمیں دہلی پہنچا دیں۔ ورنہ^ا
اس دلوی کو دیکھنے کہ ہم بھری طرح ترس کھے ہیں۔
لئے ہے پھیں ہو کر کہا۔

”لیکن دہلی سے داپسی ملکی نہیں۔ راکٹوں لے کر
گا۔ داپسی سیر کا۔ یہ دہلی سے خلی میں
اکتے گا۔

”ہمیں منظور ہے۔“
”اچھی بات ہے۔ آنار دیں راکٹوں کو۔ ووگ
کیا یاد کریں گے؟

”نہیں جاہب۔ یاد تو ہم ضرور کریں گے۔ خود مکالمہ

"بھی ہم پاہتے تھے انکشہ جہشہ۔
کسی چاہتے تھے؟
جب اس مخلوق کی حکمرانی اس دنیا پر ہو۔ تو آپ
یہاں نہ ہوں۔ آپ اس وقت دوسرا دنیا میں جا
پکے ہوں۔ اس لیے کہ آپ وگ بڑے سے بڑے منظوب
کو بھی پھوپٹ کر دستے ہیں۔
تو ہمارا اندازہ درست نکلا۔ یہ بھی کوئی منظوب ہے۔
لہن؛ یہکن ہمارا نہیں۔ اس مخلوق کا۔ اب تو ہم
اس دنیا کے کسی ملک کے بجائے اس مخلوق کے لیے
کام کر رہے ہیں۔
اچھی بات ہے۔ ہمیں برف کے اس پار لے جایا
جائے گا یا اس پار؟
اس پار۔
یہکن پہلے تو مجھے اس پار تک لے جایا گی تھا۔
مخلوق کی جھک دھانے کے لیے۔
تو اب کیا ہے۔ حکمرؤں کی تعداد میں اس مخلوق
کا ہم چند وگ۔ کیا بگاؤ لیں گے۔ جب کہ ہمارا اسلو
نک ان پر اثر نہیں کرتا۔
بات نہیں ہے۔ آپ وگ واقعی اس مخلوق کا

"اب یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دیے آپ غفران کریں۔
آپ کے مرنے کی خبر ہم آپ کے گھر پہنچا دیں گے۔
یہکن غلط خبر ہرگز ہرگز نہ دیجیے گا۔
غلط خبر۔ کیا مطلب؟
مطلوب یہ کہ ہم مرے نہ ہوں اور آپ، ہمارے
مرنے کی خبر انھیں سنا دیں۔ یہ بہت زیادتی ہو گی۔
نہیں۔ ایسا نہیں کی جائے گا۔ آپ غفران کریں۔
اب ذرا اپنا تعارف بھی کر دیں۔
بیک سنگ کا ایک ادنی خادم۔ اس کیس میں اب
بھی سے آپ کی ملاقات نہیں ہو گی۔ لہذا شکل دھانے
کی ضرورت نہیں۔ دیے بھی یہ آپ کی زندگی کا آخری
کیس ہے۔ اس لیے نام بتانے کی ضرورت ہے نہ شکل
دھانے کی۔ آپ وگ اب راکٹدم میں سوار ہو جائیں۔
اچھی بات ہے۔ اگر آپ کی خواہش یہی ہے۔
تو یوں ہی سبی۔ فائدوں نے من بنایا۔
اور وہ راکٹدم میں سوار ہو گئے۔ اس راکٹدم سے
ان کی پڑائی ہمیڈیس ویبست قیس۔ راکٹدم تیر کی طرح اور
آٹھا اور چھر ایک سمٹ میں روکن ہو گی۔ اسی وقت
راکٹدم نے بیک سنگ کی آواز آبھری۔

بکھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لیکن چھوڑا پھر بھی درفت کے اس پار جاتے گا آپ کو:

”ہوں؛ آپ کی مرضی۔ آپ شاید ڈرتے ہیں۔ کیس ہم اس مخلوق سے ملکرا کر اس کا بیڑا نہ غرق کر دیں اور وہ اس دنیا پر حکومت نہ کر سکے۔“ اُسے نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ ایسا آپ چند افراد کیا پھر مل کر نہیں کو سکتے۔ تمام ملکوں کی نوبیں مل کر بھی اس مخلوق کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ اب اس دنیا پر اس مخلوق کی حکومت کو کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن...؟“ لیکن کیا؟

”لیکن اشتارج نے یہ کوئی ایسی کوشش شروع کی ہے۔ اگر وہ اپنی کوشی میں کامیاب رہو گی تو پھر اس مخلوق کا راستا روک دیا جائے گا۔ لیکن اس کے لیے پوری دنیا کے ملکوں کو اس کی مدد کرنا ہو گی۔“

”کی مطلب؟“

”اس مخلوق کا راستا روکنے کے لیے اشتارج نے جو منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس پر بے تحاشہ دولت فرقہ ہو گی۔ اس قدر وسائل استعمال کرنا ہوں گے کہ یہ

ہمیں۔ پوری دنیا کے تمام ملک اگر اس کی مدد کریں گے تو صرف اس صورت میں اس بات کا امکان ہے۔ کہ اس کا راستا روک دیا جائے اور وہ بحداری دنیا میں داخل نہ ہو سکے۔ اور دنیا کے ملک بدلہ ایسا گوں نہ چاہیں گے۔ جب کہ پوری دنیا پر اس کا خوف یچھا چکا ہے۔ ہر کوئی اس نکر میں ہے کہ اس مخلوق سے بچا جائے تو کیسے؟ انہوں نے کہا۔

”اُن ایسی بات ہے۔“

”تب تو آپ لوگوں کو چاہیے تھا کہ ہمیں اس منصوبے میں شریک رکھتے۔ ہم یہاں بہتر رہتے۔ انپکٹر جنید چران رہو کر کما۔“

آپ بھول دیے ہیں انپکٹر صاحب۔ ملک کلگ کے طرزیہ کواز منای دی۔

”لیکن جھوٹ رہا ہوں۔“ وہ چران ہو کر بولے۔

”یہ کہ ہم انتشارج کے لیے نہیں۔ اس مخلوق کے کام کر رہے ہیں۔ انتشارج کی قویں خواہش ہے۔ اس منصوبے میں آپ یہوں پارٹیوں کو پیش پیش رکھا جائے۔ لیکن یہوں پارٹیوں کا انتشارج سے نابطہ نہیں

ہونے دیا جائے گا۔ آپ کو بھی اسی لیے یہاں سے اُپر
آٹھا یا گیا ہے:

”ہوں! یاد آگیا۔ آپ اور جیکان تو اس مرتبہ اس
خلوق کے غلام ہیں:

”ہاں! آپ یہ لفظ کر سکتے ہیں۔ ہمیں خصہ نہیں
آئے گا۔ میر جیکان جی سُن کر ہنس رہے ہیں۔ یہ
بھی اس وقت میر سے ساتھ موجود ہیں۔ ایسی غلامی میں
بھی بہت مزما ہے۔ جو پوری دنیا کا نظام صرف ہم دونوں
کے لائق میں دے دے:

”تو خلوق خود حکومت نہیں کرے گی۔ آپ حکومت
کریں گے۔ یہ عجیب بات ہے:

”خلوق کو تو ہم مانگلیوں پر پختائیں گے۔ جو اس
سے کہیں گے۔ وہ کرے گی۔ اور جو نہ کرنے کے لیے
کہیں گے، وہ نہیں کرے گی:

”ہوں! کاش ہم لوگ بھی یہ کھیل دیکھ سکتے:

”اس بات کا ہمیں بھی افسوس رہے گا کہ آپ یہ سارا
کھیل نہیں دیکھ سکیں گے:

”آخر یکوں۔ ہم چند لوگوں کو زندہ رکھنے سے آپ کو
کیا خطرہ ہے؟

”وہی خطرہ ہے۔ جو ہر بار ہمارے سامنے آ جاتا
ہے۔ اس مرتبہ ہم نے اس خطرے سے بالکل بچے
رہنے کا ارادہ کر دیا ہے:

”آپ کی مرضی۔ ویسے یہ ہے بُزدیلی:

”نہیں۔ ہم اس کو عقل مندی کہتے ہیں:

”توں ملتا ہے۔ بیسے آپ ہمارے ساتھ ساتھ دوسرے
دالکدم میں آ رہے ہوں:

”یہ اندازہ بھی درست ہے۔ ہم آپ لوگوں کو اپنی
نگرانی میں وہاں تک چھوڑ کر آئیں گے:

”انشارجہ والے دنیا کے ملکوں سے اسکے ہم کی مدد
یعنیا چاہتے ہیں؟

”ہر قسم کی۔ جو جو بھی اس منصبے میں استعمال میں
لایا جانے والا ہے۔ وہ سب کچھ۔ چند موڑ تک اس
منصبے کا اعلان ہو جائے گا:

”اوہ۔ اچھا۔ اس قدر جلد۔

”اس قدر جلد تو نہیں ہو گا۔ کام۔ کئی دن تو
پوری دنیا کے سامنے تفصیلات رکھتے ہیں لگ جائیں گے:

”آپ کو کیسے معلوم کر انشارجہ اس خلوق کے خلاف یہ
پکھ کرنے والا ہے؟

ہمیں د سدم ہو گا تو کس کو معلوم ہو گا۔ انشادج
لے لیے کام کرے رہے ہیں۔ اس کی وجہ وجہ سے واقع
ہیں اور بے شمار رازوں سے آگاہ ہیں۔ اس کی تو ایک
ایک حرکت بحمدی نظر میں ہے۔

”تو پھر کی خیال ہے۔ انشادج اس حقوق کا راستا بد کے
میں کامیاب ہو جائے گا۔“
”ہرگز نہیں۔ اس کی ہر کوش پر پانی پھر جائے گا۔
اجھی اسے اس حقوق کی طاقت اور تعداد کا صحیح اندازہ نہیں
ہے۔ اس بار جیکان کی آواز سنائی دی۔

”کاش! یہ مناظرِ یخنے کے لیے ہم بھی زندہ ہوں۔
“ ” دی۔ دی۔ اس وقت تک زندہ ہوئے تو وہیں
آپ کو یہ مناظر دکھا دیے جائیں گے، لیکن ایسا ہو گا
۔۔۔ میرا مطلب ہے۔ آپ وک زندہ ہوں گے نہیں۔
”اللہ مالک ہے۔ انپکڑ جھیڈ نے سرد آہ بھری۔

”اب آپ وک ولکووم کے سفر کے مزے میں میں
اور بہت کام ہیں۔“

”گویا آپ یہاں سے اب کسی اور سمت میں جا رہے ہیں
۔۔۔ مل! باشکل یہی بات ہے۔ ٹانٹا۔ بیک بک
۔۔۔ شوچ کو از میں بکھا۔۔۔“

”اور ان کی آداؤں کا تابند ہو گئیں۔
”اب آپ گیا کہتے ہیں؟ انپکڑ جھیڈ پروفیر دادو کی
وجہ مڑے۔
”کہا کیا ہے۔ ہم اس دادو میں جانا پا جائے تھے۔
”لہذا ہم جا رہے ہیں۔“ انھوں نے کہا۔
”میں انشادج کے پروگرام کی بات کر رہا ہوں۔“ کیا
نشادج اس حقوق کو روکنے میں کامیاب ہو جائے گا؟
”اس۔۔۔“ منصوبے کی تفصیلات سامنے ہوں تو پچھہ کر
سکتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا۔
”لیکن ایسا جان۔ ہم تو جانا چاہتے ہیں۔“ وجہ کے
اک پار۔ اور یہے جانتے گا، ہمیں صرف اس پار تک:
”بھی پستھ اس پار تو پہنچو۔“ خان رحمان نے مکرا
کر کہا۔
”ابھی ابھی۔“ مترپلیک اکٹ نے تینوں پارٹیوں کا
نام لیا ہے۔ گویا باتی دونوں پارٹیوں والائیں پہنچے، ہی
پہنچادی گئی ہیں۔
”پہنچا دی گئی ہیں یا پہنچا دی جائیں گی۔“ نظر کر دے۔
”میں تکل کی ملاقات اب تو کمر رہے گی۔“ وہ مکراتے۔
”بھی واہ۔“ تب تو چہ جائے کھا مزا۔ فرزدار بنے خوش

ہو کر کما۔

"مزا سے چارہ بھی کیا سوچتا ہو گا۔ فاروق نے رہا۔
سنا کر کما۔

"کیوں کیوں۔ کیا بات ہے؟ محمود جران ہو کر بولا۔

"یہ کہ، تم ہر وقت اسی کے تیچھے پڑے دہتے ہیں۔

"کس کے تیچھے؟ پروفیسر دادبے خیال کے عالم میں اٹ

"جی مزے کے تیچھے۔ فاروق بولا۔

"اوہ اچھا۔ مرے کے تیچھے۔ جیسی کیا کہا۔ مزے کے

تیچھے۔ اماں خاڑے۔ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر کے مجھے بھی

اپنی پیش میں نے لیتے ہو۔ انھوں نے بختا کر کما۔

ساتھ ہی لاتھ پھایا۔ جو خان رحمن کی آنکھ پر جائے۔

وہ سملہ اُٹھے۔

"کیا کر رہے ہیں پروفیسر صاحب۔ ہم کسی ہموانی جذ

میں نہیں۔ راکٹوم میں ہیں۔ اور ایک دوسرے میں تھے

بیٹھے ہیں۔ خان رحمن نے گویا یاد دلایا۔

اُرے باپ رے۔ میں تو بالکل مجھول گیا تھا۔

انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"دیے چھید۔ اب کیا ہو گا؟ خان رحمن بولے۔

"ہونا کیا ہے۔ برف کے اس پار اور اس پار کی

یر کریں گے۔ عیش کریں گے۔ وہ مکراتے۔

"اور سب سے ملاقات کریں گے۔ دہان باتیں کرنے

کی کس تقدیر فرستہ ہو گی۔ وادہ۔ فاروق نے چھٹا دیا۔

"فرستہ ہو گی۔ یہ کس امتحان کے کر دیا تم سے ہے؟ انپکٹر

چھید نے منہ بنایا۔

"میں کہا۔ آپ نے۔ فرستہ نہیں ہو گی۔

"نہیں۔ کام کرنا ہو گا۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم کام کے دوستان باتیں کر

لیں گے۔

"کھبوں کی تعداد میں اس مخلوق سے دیکھ دینا ہو گی۔

"اُرے باپ رے۔ جلا ہم اتنی تعداد سے کس طرح

لاسکیں گے اپا جان؟ فرزاد نے بوکھلا کر کہا۔

"اپنی عقل سے۔

"عقل بے چاری کی تو اتنی تعداد دیکھ کر ہی مٹی گم ہو

جائے گی۔ فاروق مکرا ہے۔

"کس کی مٹی گم ہو جائے گی؟ پروفیسر چونکے۔

بھی عقل کی۔ فاروق نے مسمی صورت بنائی۔

"یاد کیوں مذاق کرتے ہو۔ جلا عقل کی بھی مٹی ہوتی ہے۔

"اوہ۔ بھی ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا۔

"ہاں : یہ بھی تھیک ہے :

"راکٹوم میں سوار کرانے سے پہلے ان لوگوں نے
ہماری تلاشیاں تک نہیں لیں ۔ گویا ہمارے، ہتھیار دن
سے بھی انھیں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے :

"برفت کی وادی میں یہ ہتھیار کیا کام آئیں گے :
انپکٹر جیش نے من بنایا :

"تو یہی دہاں برفت کے ہتھیار کام آئیں گے ؟

"یہ تو دہاں چل کر معلوم ہو گا : "خان رحمان
نے کندھ سے آپکھاتے ۔

"میرا جی چاہ رہا ہے ۔ اڑ کر دہاں پہنچ جاؤں ۔
فاروق سکو ایا ۔

"اوہ سُنیے ۔ ان کا جی چاہ دہا ہے ۔ یہ اڑ کر دہاں
پہنچ جائیں ۔ گویا ہم اڑنہیں رہے، پسیدل چل رہے
ہیں : فرزانہ بولی ۔

"یار فاروق ۔ کوئی تو عقل کی بات کی کرو، تمہارے
نے اسے گھورا ۔

"خبردار ۔ کم از کم اس راکٹوم میں مجھ سے اُجھے
کی روشنی د کرنا ۔ ہاں ! یونچے اُترنے پر ضرور الجھوٹاں
فاروق نے گویا دھمکی دی ۔

"یکوں ۔ راکٹوم میں کپوں نہیں ؟ پر و فیر داد نے حیران
ہو کر پوچھا ۔

"لیکن راکٹوم بچکوئے نہ کھانے لگ جاتے ۔"

"پر و فیر انکل ۔ اُپ اس راکٹوم کا جائزہ یکوں نہیں
لے سکتے اس دوران میں ۔"

"اوہ ہاں ۔ واقعی ۔ پر و فیر ۔ اس کام میں اپ
کا ہاتھ بٹا سکتا ہوں، یکوں بکر میں نے جگی جہاز اڑاتے ہیں:
با لکل تھیک، آؤ خلیل رحمان ۔"

دونوں اٹھ گئے اور راکٹوم کے ان بجن کی طرف چلے گئے ۔

"اب ذرا ہم آزادا د بات چیت کر سکیں گے : فاروق بولا ۔

"یکوں یکوں ۔ انکلڑ کہیں، ہمیں روکتے ہیں ۔"

"ہاں واقعی ۔ گوہ تو با لکل نہیں روکتے ۔ یہ تو ہم
خود ہی رک جاتے ہیں ۔"

"پتا نہیں، کیا کہ رہے ہو ۔ اس سے بہتر ہے ۔

یہ بھی ان کے پاس جا کر راکٹوم کا جائزہ لے دیں : انپکٹر
جیش لے چلنا کہا اور اٹھ کر ان کی طرف بڑھ گئے ۔

"گویا اب را دی عیش، ہی عیش لکھتا ہے ۔"

"را دی کو پتا نہیں عیش لکھنے کے موآ آتا ہی کچھ نہیں ۔"

"اس میں اس بے چارے کا بھی قصور نہیں ۔ فاروق بولا ۔"

"کس کی بات کر رہے ہو بھی؟" محمود نے حیران ہو کر کہا
"راوی کی اور کس کی؟" فاروق نے اسے گھورا۔
"میں سمجھا تھا، تم راوی کی بات کر رہے تھے۔" محمود
نے بھی جواب میں اسے گھورا۔

"برٹ کے اس پادر پہنچنے سے پہلے ہی تم دونوں کا
دماغ چل گیا۔ اس پادر پہنچ کر تو نہ جانے کیا ہو گا۔
اور اگر ہم کہیں اس پادر پہنچ گئے تو۔ تو تو نہ جانے کیا
کیا کچھ ہو گا۔" فرزاد نے بھتائے ہوئے انداز میں کہا۔
"ہونا کیا ہے۔" بس ذہنی مخلوق سے دو دو لمحے ہو
جائیں گے؟"

"ہر شہر میں مخلوق کے ایک ایک فرد نے تو مادا نظام
دہ ہم برمیم کر دکھا ہے۔ ہم والیں جا کر محروم سے کیا
لڑ لیں گے؟"

"دیکھا جائے گا۔ عقل بڑی ہے یا بھینس؟"
"آج کے دو دو میں بھینس ہی بڑی ہے!"
"اوہو۔ شاید ہم پہنچنے والے ہیں۔" راکذوم کو جھٹکا کا
ہے۔ گویا اب یہ سیدھا جانے کی بوجتے نیچے آتر رہا ہے۔
"ضرور یہی بات ہے۔" پروفیر داؤڈ نے ان کی طرف
آتے ہوئے کہا۔

"آپ نے اس کا جائزہ لے لیا۔"
"ابھی جائزہ مکمل نہیں ہو سکا۔ اب تو ہمیں پہلے نیچے
کی طرف توجہ دیتا ہو گی۔"
میں اس وقت انھیں عجیب سی آواز مٹائی دی:
"یہ آواز کیسی تھی؟"
"ایسا لگتا ہے۔ جیسے بادل گرجے ہوں۔"
یکن راکذوم کے اندر بادل گرجنے کی آواز کس طرح
آسکتی ہے۔ جب تک اس کا دروازہ نہیں کھلے گا، اس
وقت تک باہر کی آواز اندر نہیں آ سکتی۔
"تب پھر یہ راکذوم کی آواز ہو گی۔"
پہلے تو۔

انپر جشید کی آواز درمیان میں رہ گئی۔ اس وقت
ان سب کو ایک زیورست بھٹکا لگا تھا۔ اور ساتھ ہی اس
کا دروازہ مکمل گیا۔

دونام ایک پتا

آبھی کیسے سکتی ہے۔ دوسروں کی بھج میں آپ کی باتیں
 جو نہیں آتی ہوں گی۔
 ۔۔۔ یہ کیسے کر دیا آپ نے؟
 آپ کے انداز اندر انداز سے۔ آپ کے چہرے سے
 ظاہر ہے کہ آپ دوسرے دنہ کا سفر کے لئے ہیں، جبکہ
 ایسا ہے نہیں۔ رفتہ ٹھہرے ہوئے بجھ میں بولی۔
 ۔۔۔ کیا کہ۔ آپ نے۔ جب کہ ایسا ہے نہیں۔
 ۔۔۔ ہاں آپ سفر کے نہیں آ رہے۔ سفر کے آنے
 والوں کا انداز اختیار کر کے آ رہے ہیں۔
 ۔۔۔ کمال ہے، حرمت ہے، آپ لاٹکی ہیں یا کیا ہیں؟
 ۔۔۔ ہوں تو ہیں لاٹکی ہی، یہکہ ذرا اور قسم کی۔
 ۔۔۔ آپ سے مل کر ویسے بہت خوشی ہوتی۔
 ۔۔۔ اب محلہ کی بات کریں۔ کیا جھوٹ بولنے کے
 لئے آئے ہیں؟
 ۔۔۔ شوک برادرز کہاں ہیں؟
 ۔۔۔ رات سے پہلے نہیں لوئیں گے۔ ایک ضروری کام
 سے گئے ہیں۔
 ۔۔۔ انہیں ایک مم پر روانہ کرنا چاہتے ہیں میرجھے بانی۔
 ۔۔۔ ابھی تو مجھے بھی معلوم نہیں کہ آپ کون ہیں۔ اور

رفت نے اس اجنبی کو حرمت بھری نظرہن سے بیکی
 اس کے چہرے پر ایک بہت طویل سفر کی تکالیف کے
 گماں صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ اندر آتے ہی دم
 سے گرسی میں گرمی اور اپنے لگا۔ رفت اسے اپنے
 ہوتے دیکھتی رہی۔ منہ سے پکھ د بول۔ آخر اسے ہی
 بولنا پڑتا۔
 ۔۔۔ آپ کچھ پوچھیں گی نہیں بجھ سے؟
 ۔۔۔ جی نہیں۔ آپ اگر بتانا چاہیں تو میں ضرور بول گی۔
 اس نے منہ بنایا۔

۔۔۔ یکوں کیوں۔ آخر ایسی بھی کیا بیزاری؟
 ۔۔۔ بیزاری کا انہمار ذکروں تو سی کروں۔ رفت نے
 اور بھی برا منہ بنایا۔
 ۔۔۔ بات بکھر میں نہیں آتی؟

سے آپ نے اپنے کسی بس کا ذکر پھیڑ دیا۔ پہلے اپنا تعاون تو کرا دیں:

"میں رانا ہوں"

"چلیے مان لیا کہ آپ دانا ہیں۔ تو پھر اس سے کہا ہوتا ہے:

"میرے بس کا نام زاب فردی ہے:

"یعنی زاب فرد۔ رفتہ چونگی۔

"نہیں۔ ان کا نام غالباً غفور تھا۔ غفور سے فرد بن گیا۔"

"جو کچھ بھی بنتا ہے۔ خوب بنتا ہے۔ آگے چلیے:

"میرے بس بے تھا شہ دولت کے ماں کی ہیں۔"

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہم دوسروں کی دولت پر نظر نہیں رکھتے۔ جو لوگ دوسروں کی دولت اور پھر دوسروں پر نظر رکھتے ہیں یا دوسروں کی دولت اور پھر دوسروں کو ہڑپ کر جاتا چاہتے ہیں، ہم ان میں سے نہیں۔ لہذا اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے پاس آئے والا کوئی کروڑ پتی ہے، ادب پتی ہے۔ یا پھر کوئی غریب آدمی ہے۔ پچ پچیں تو، ہمیں غریبوں کے کسی حل کرنے میں زیادہ مزا آتا ہے۔"

"ایک تو آپ بولتی بہت ہیں۔ میں ایک بات کہتا ہوں، آپ کمی کر جاتی ہیں۔"

"میرے اندر نقص ہے اور میں اس نقص کو دُور کرنے کی کوشش کر رہی ہوں آج کل۔ اور اب تک تو یہ عادت کافی حد تک کم ہو گئی ہے۔ آپ نے مٹا ہو گا، پھر چوری سے چلا جاتا ہے، لیکن ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ مطلب یہ کہ اس میں چوروں والی عادت پھر بھی باقی رہتی ہے۔ لہذا میں اس عادت سے رکھتے ہوں۔ لکھا پھردا ہوں۔ ہیرا پھیری تو پھر بھی کر دوں گی۔"

"وہ تو آپ کی باتوں سے ثابت ہے۔ اس نے جعل کر کہا۔"

"اپنے بس کی اس میم پر کوئی روشنی ڈال کتے ہیں۔ اپنے رفتہ نے کہا۔"

"جی نہیں۔ یہ کام بس بگریں گے۔ انھوں نے آج رات آٹھ بجے آپ لوگوں کو بلا یا ہے۔ اگر آپ آگئے تو وہ یہ کیس آپ کو دے دیں گے۔ درد کسی دوسرے باروی ادارے کی خدمات حاصل کر لیں گے۔ لیکن ایسا زبردست کیس آپ کو آج تک ملا نہیں ہو گا۔ آپ

گی شہرت آسمان سے باتیں کرنے لگے گی۔

"ہمیں اس کا بھی شوق نہیں۔" رفت نے تملک کر لیا۔

"اچھی بات ہے۔" آپ نواب صاحب کا کارڈ

دکھ لیں۔ اب میں پلوں گا۔"

"چائے نہیں ہمیں گے۔"

"نہیں شکریہ۔ آپ کی باقی سے، ہمی پیٹ بھر گیا۔"

اس نے مز بنایا۔ رفت مسکرا دی۔ اور وہ چلا گی۔

ابھی آدمہ گھٹا نہیں ہوا تھا کہ ایک کار آگرہ کی۔

شوکی برادر کا ملازم ان دنوں چھٹی پر تھا۔ اس نے

شوکی برادر کی عدم موجودگی میں اسے دفر میں بیٹھا پڑا۔

وہ تھا۔ اس نے پونہک کر کار کی طرف دیکھا۔ کار

میں سے ایک بہت بلے قدم کا آدمی آتی کر دوانے

کی طرف آیا۔

"یہ شوکی برادر کا دفر ہے نا؟"

"جی ہاں۔ آپ بھی آئیے۔" رفت بولی۔

"آپ بھی آئیے۔ کیا مطلب؟"

"آپ کے چہرے پر سفر کے آثار نظر آ رہے ہیں

نا۔ اس نے میں نے یہ بات کی ہے کہ آپ بھی

آئیے۔ اس نے شوخ انداز میں کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس میں میرا کی قصور ہے۔"

"ہاں۔ میکن میرا قصور بھی تو نہیں ہے؟"

"آپ تشریف رکھئے۔ میں جانتی ہوں۔ آپ یہ کہیں۔"

گے کہ آپ دورِ دراز کا ایک سفر طے کر کے آمد ہے ہیں،

اس بات کو رہنے دیں اور کوئی دوسری بات کریں۔"

"آپ عجیب لڑکی ہیں۔" وہ بتتا اٹھا۔

"ہو سکتا ہے میں عجیب ہوں۔ میکن زیادہ امکان اس

بات کا ہے کہ میں غریب ہوں۔"

"اچھا بایا۔ آپ جو بھی ہیں۔ شوکی برادر کہاں ہیں؟"

"ایک ضروری کام سے گئے ہیں۔ رات کے وقت

تو نہیں گے۔" اس نے بتایا۔

"اوہ اچھا۔ میرے بارے میں ان سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اور آپ کے بارے کا نام کیا ہے۔ کیوں ملنا چاہتے

ہیں؟" رفت نے پوچھا۔

"ان کا نام ہے۔ سیٹھ امرد۔ اس شہر کے سب سے

تلے رہیں۔"

"دو بھی کی رہ گئی۔"

"وہ کی کی رہ گئی۔"

"وہ کی کی۔ میں سمجھا تھیں۔"

"اگر امرد کے آخر میں 'د' لگا دی جائے۔ قنام
مکمل ہو جاتے گا؟"

"آپ کو مذاق کرنے کی عادت ہے شاید۔"

"شاید آپ کر سکتے ہیں۔ میں یقیناً کہ سختی ہوں۔"

"اچھا بابا۔ میری بات سن لیں اب۔ میرے باس۔"

"پھر آپ پشا نام بتائیں۔"

"میں بانکا ہوں۔ یسٹھ صاحب کا نام ہے۔ یسٹھ امرد

بتا پکلا ہوں۔"

"نئے نئے نام سنبھلے میں آ رہے ہیں آج کل تو۔ افر

اپنا رحم فرمائے۔ رفت نے گھبرا کر کہا۔

"کیس کیا ہے۔ یہ باس بتائیں گے۔ من مانگا معاف

دیں گے، یکن آج رات کو، ہی ملاقات خروجی ہے۔"

"وہ آئیں گے تو میں بتا دوں گی۔ اس نے کہا۔

بانکا اٹھا اور باہر کی طرف جانے لگا۔ ایسے

میں رفت نے کہا۔

"آپ یسٹھ صاحب کا پتا دینا بھول گئے۔"

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔ لائیسے کاغذ پر لکھ دوں۔

اس لیے کہ میں ان کا کارڈ لانا بھول گیا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ کارڈوں کے عادی نہیں۔"

ہیں۔ رفت سکراتی۔ اور کاغذے کر فوٹ بیک میں
لکھ دیا۔

رات کے ٹھیک آٹھ بجے شوکی برادرز کی واپسی ہوئی۔
چہروں پر تھکن کے آثار تھے۔

"اسلام علیکم۔ رفت ہی حال ہے؟"

"وعلیکم السلام۔ جی رہی ہوں۔ اس نے منہ بنایا۔

"تو اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور یہ بتاؤ۔ کوئی آیا گی
تو نہیں؟"

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ دو آئے، دو گئے۔"

"دو آئے، دو گئے۔ گیا دو ملاقاتی آتے تھے۔ شوکی
نے اسے گھورا۔"

"ہاں آتے تھے۔ اور پھر پھر بھی گئے تھے۔ دونوں
کے باس آپ لوگوں سے ملا پاہتے ہیں۔"

"تو وہ دونوں باسوں والے تھے۔ کمال ہے۔ بکھن
نے ہنس کر کہا۔"

"باس بھی یسٹھ اور نواب قسم کے۔"

"جلدی جلدی بتاؤ۔"

"یکن آپ لوگ بہت تکے ماندے ہیں۔"

"وہ تو ہم رہتے ہی ہیں۔ دن رات کام کریں گے

تو کیا چست و چالاک نظر آئیں گے؟

" تو اتنا کام نہ کیا کریں نا۔"

" ہم اتنا کام نہیں کرتے۔ اتنے کام ہمیں کرتے ہیں
لکھن نے جھلک کر کہا۔

" اچھا پھٹے کھانا کھا لیں۔"

" دیکھو رفتت۔ ایسی باتوں کے لیے اتنی جان کافی
ہیں۔ تم کام کی بات کرو۔"

" اچھا اچھا۔ کافی پہنچ کا موڑ ہے۔ میں ابھی نا
کر لاتی ہوں۔"

" مدد ہو گئی یعنی کر۔ تو بہ ہے تم سے۔ بلکہ دخت
تیرے کی بھی۔ شوکی نے تبلکار کر کہا۔

" کوئی رہ تو نہیں گیا۔"

" لگ۔ کیا؟"

" بھی تیکے اور کلام دغیرہ۔ رفتت نے کہا۔

" تم بتاتی ہو یا نہیں؟"

" اچھی بات ہے۔ ایک صاحب آئے تھے۔ اپنا نام
رانا بتا دے ہے تھے۔ بات کا نام ہے فوری۔"

" کیا کہا۔ عورتی۔"

" خودی نہیں۔ فوری۔ ویسے بہتر تھا کہ ان کا نام

خودی ہوتا۔ رفتت بولی۔

" فوری۔ یہ کیا نام ہوا؟"

" ان کا پورا نام نواب فوری ہے۔"

" اچھا خیر۔ آگے چلو۔"

" وہ ایک کیس آپ کو دینا چاہتے ہیں۔ من مانگا

معاوضہ بھی دیں گے۔ جو کہ آپ نہیں لیں گے۔"

" ہاں بالکل۔ یہ تو ہے۔ اشفاق نے فوراً کہا۔

" وہ آج رات ہی آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔

رفعت نے کہا۔

" اور دوسرے صاحب؟"

" ان کا نام بانگا ہے۔ ان کے بھی ایک بات ہیں،

بائس کا نام یہ۔ امرد ہے۔"

" نام خوب ہیں۔ پسند آتے۔ یہ کیا چاہتے ہیں؟"

" بھی آج رات کو ہی ملا چاہتے ہیں۔ یہ بھی من

مانگا معاوضہ دے سکتے ہیں۔"

" من مانگے معاوضہ کی ایسی کی تیسی۔ شوکی نے چلا کر کہا۔

" کیا بات ہے شوکی۔ رفتت نے کچھ کہا ہے۔ میں

تو پھٹے ہی کہتی ہوں۔ یہ لڑکی بہت چالاک ہے۔

اسے اپنے ساتھ نہ رکھو۔ کسی دن چکر دے جائے گی۔"

اندرونی دروازے سے ان کی والدہ کی آواز سنائی دی۔
رفعت کا چہرہ بچھ سا گیا۔

”اور ہمارا کیا لے جاتے گی۔ ہمارے پاس کیا ہے
آئی جان۔ لے جانے کے لیے۔“ شوکی نے برا مان کر کہا۔
اسے اپنی والدہ کا رفتت سے جلتا بالکل پسند نہیں تھا
یعنی وہ تھیں کہ جس روز سے رفتت ان کے ہاں آئی
تھی، اس پر مجھے کتنی رہتی تھیں۔

”ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ جس روز یہ پچھہ دے گی
اُس روز پوچھوں گی تم سے۔“

”اور ہماری زندگیوں میں وہ دن کبھی نہیں آئے
گا آئی جان۔“

”جو جی میں آتے، کرو۔“ انھوں نے کہا اور پاؤں
پٹختی ہوئی پلی گئیں۔

”میرا تھیاں ہے۔ اب مجھے یہاں سے بستر بولنا پڑیت
یا چاہیے۔ میں انکل جھیڈ کے ہاں جا کر رہ سکتی
ہوں۔ انکل کامران مزا کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ انکل
پروفیسر داؤڈ کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ انکل خان رحمان
کے ہاں رہ سکتی ہوں۔ اور انکل منور علی خان کے ساتھ
رہ سکتی ہوں۔“ رفتت نے روتے ہوئے کہا۔

”رفعت۔ تم اتنی جان کو بالکل غلط سمجھ رہی ہو۔
یہ باتیں وہ اپر اپر سے کرتی ہیں۔ اندر سے وہ تھیں
ہست پسند کرتی ہیں۔“

”بالکل غلط۔ آخر اپر اپر سے بھی وہ یکوں کرتی
ہیں۔ اگر اندر سے مجھے پسند کرتی ہیں۔“

”لہس ان کی عادت ایسی ہی ہے۔ اگر کو تو تھیں
تجھہ کرایں۔“
”تجھہ۔ وہ کیسے؟“

”اچھی بات ہے۔ پہلے یہ تجھہ رہو جاتے۔ پھر
ہم نواب جمع سیٹھ یکسوں کے بارے میں بات کریں
گے۔ تم۔ میں اس کمرے میں دیکھ رہتا۔ ہم مائیک
آن کر رہے ہیں۔ ہماری باتیں تم تک بالکل صاف
ہٹھیں گی۔“

”اچھی بات ہے۔“ اس نے کہا۔

رفعت کو وہیں چھوڑ کر وہ اندر داخل ہوئے۔
دفتر کی لامب بجا دی گئی تھی۔

”آئی جان! بہت بھوک لگی ہے۔ جلدی سے کھانا
دے دیں۔“

”اپنی لاڈلی سے کھو۔ وہی کھانا گرم کر دے گی۔“

انھوں نے بھٹاکر کہا۔

"کس لادلی کی بات کر دہی ہیں آپ؟"

"ہائیں۔ یک ماں دو چار لادلیاں دہتی ہیں جو انھوں نے جیران ہو کر کہا۔

"نہیں۔ تو اوه اچھا۔ آپ رفتت کی بات دہی ہیں۔ وہ تو... شوکی کئے کھتے رک گی۔

"وہ تو کیا؟ ان کی والدہ پونک کرو لیں۔

"وہ تو اُسی وقت چل گئی تھی۔ جب آپ نے جملے کئے تھے:

"کیا مطلب۔ کہاں پلی گئی تھی؟"

"کسی بھی۔ کیا ہمیں بتا کر جاتی وہ؟" شوکی نے منہ بتایا۔

"نن۔ نہیں۔ ان کی والدہ چل لیں۔

"کیا ہوا اتنی جان؟" مکھن نے گھبرا کر کہا۔

"وہ نہیں جا سکتی۔ اے نہیں جانا چاہیے۔ جاؤ جا کر اے تلاش کر کے لا۔ جلدی کرو۔ درد... انھوں نے کہا۔

"درد کیا؟ اشفاق جلدی سے بولا۔

درد میں تھیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی۔ ان کی

والدہ نے کہا۔

"جی۔ یہ۔ یہ آپ کیا کر دہی ہیں۔ ابھی تھوڑی در پیٹ کیا کر دہی تھیں۔ وہی الفاظ سن کر تو وہ بے چاری دل برداشت ہوتی تھی۔"

"وہ۔ میں۔ مجھے تو فضول باتیں کرنے کی عادت ہی ہو گئی ہے۔ وہ۔ وہ تو مجھے حد درجے عزیز ہے اور میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اگر تم اے نلا سکو۔ تو تم بھی نہ آتا۔"

"اور ہمارے بغیر وہ یہیں گی آپ؟" مکھن نے جلدی جلدی کہا۔

"سی کروں۔ رہتا پڑے گھا۔" وہ بولیں۔ ساتھ ہی ان کی آنھوں میں آنسو آگئے۔ اور وہ کہنے لگیں:

"رات کا وقت ہے۔ وہ آخر کھاں جائے گی۔ تم نے اے جانے کیوں دیا۔ جلدی کرو۔ اس کی تلاش میں نکلو۔"

"جی اچھا۔ ہم اس کی تلاش میں جاتے ہیں، لیکن ایک شرط پر۔"

"میں جانتی ہوں۔ تمہاری شرط کیا ہے۔ میں آیندہ اے ایک لفظ بھی نہیں کوں گی۔ تم جاؤ بھی۔"

انھوں نے کہا۔

”وہ دلائی سے نکل کر دفتر میں آ گئے۔ رفتہ کی
انھوں میں بھی آنسو تھے۔

”میں۔ میں معافی چاہتی ہوں۔“

”اوہ اب تم یکوں رو رہی ہو۔“

”ان کی محبت نے مجھے رُلا دیا۔“

”اوہ اب چلیں۔ شوکی بولا۔“

”یکن انگر ہم اس قدر جلد اندر گئے تو وہ بجھ جائیں
گی کہ ہم نے ڈالما کیا ہے۔“

”یہوں۔ خیر۔ چند منٹ ٹھہر کر سی۔“ محسن نے کہا۔
چند منٹ گزار کر آخر وہ اندر داخل ہوئے۔

ان کی والدہ دوڑ کر رفتہ سے پاش گئیں۔ شان انہوں
بھی یہ منظر دیکھ کر روپڑتے، انھوں نے بھی رفتہ

کو گلے سے لگایا۔

کھانا کھا کر وہ پھر دفتر میں آ بیٹھے۔ شوکی نے
رفتہ سے کہا:

”لاو۔ اب نواب فوری کا پتا دو۔ ہم ان سے مل
کر آتے ہیں۔“

”اچھا۔ اوہ بیٹھے امرد کا کیا کرنا ہے؟“ رفتہ نے

ذو میک کھولتے ہوئے کہا۔

”ہمارے پاس پہلے نواب فوری کا آدمی آیا تھا، لہذا
امیں پہلے ان کے پاس جانا چاہیے۔“

”یکن بیٹھے امرد نے بھی دات کا وقت دے رکھا
ہے۔“ رفتہ نے کہا۔

”تو پھر ہم دو حصوں میں تقسیم ہو کر پہلے جاتے ہیں۔“
محسن نے کہا۔

”ہاں! یہ صحیح ہے۔“

”یہ اشراق کو ساختھے جاتا ہوں۔ محسن اخلاق کے ساتھ
جائے گا۔“ شوکی بولا۔

انھوں نے ایک ایک پتائیں اور ٹھہر سے نکل گئے۔
پہلے شوکی اور اشراق کو ٹیکسی ملی۔ دو منٹ بعد ہی محسن
اور اخلاق کو مل گئی۔

ان کی ٹیکسی بیٹھے امرد کے پتے پر رکی تو وہاں ایک
اور ٹیکسی کھڑی تھی۔ اور اس ٹیکسی کے باہر شوکی اور اشراق
کھڑے تھے۔ وہ ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کر رہے تھے۔

”یہ کی۔ آپ نواب فوری کی بجائے بیٹھے امرد کی
کوششی یکوں پہلے آئے۔ آپ کو تو دلائی جانا تھا۔“

”یکن ہم تو کادڑ پار کئے ہوئے پتے کے مطابق
کھوئے گئے۔“

اکتے ہیں۔

"اور ہم بھی۔" اخلاق نے جر ان ہو کر کہا۔

"ذرا دکھنا سیٹھ امرو لا پتا۔" شوکی بولا۔

شوکی نے دوفون پتے دیکھے۔ نام تو سیٹھ امرو اور
نواب فوری کے لکھے ہوئے تھے، لیکن ان پر پتا ایک
بھی درج تھا۔

"۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ کیا؟" مکھن نے بولکھلا کر کہا۔

"پپ - پپ - پتا نہیں۔" اخلاق بولा۔

"ایک ہی پتا ہے۔" نام مختلف ہیں۔ یہ دوفون نام
ایک ہی آدمی کے ہیں یا دو کے۔ اگر ایک ہی آدمی
کے دونام ہیں تو پھر انھوں نے دو آدمی کیوں بھیجے،
اگر یہ دونام ہیں اور ایک ہی گھر میں رہتے ہیں تو
ان دوفون کو ایک ہی وقت میں ہمیں بلانے کی کیا ضرورت
پیش ہے؟" گھری۔"

"میرا خیال ہے۔ اپنے دماخوں کو ال جھانے کی بجائے
ہمیں دشک دے دینی چاہیے۔" مکھن بولا۔

"نہیں۔ دشک دینے سے پستے یہ دیکھ لو کہ دروازے
ہر کس نام کی تختی لگی ہے۔"
انھوں نے دیکھا۔ دہل کوئی تختی تھی رہی نہیں۔

فالوس